31

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

www.tanzeem.org

15تا21شوال المکرّم1435ھ/12تا18اگست2014ء

اس شمارے میں

میاں صاحب! ابھی وقت ہے

امت کی زبوں حالی

......باغات جل گئے

داعش: دولت اسلامیہ عراق وشام

پاکستان کا مطلب کیا؟

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا

رہبانیت

باپ کی رضا میں رب کی رضا

پاکستان کی بقا کی بنیاد: اسلام

پاکستان کے مسلمانوں میں مقاصد کی یکجہتی اور ہم آہنگی صرف مسلم قومیّت کے تصوّر اور محض قوم پرستانہ جذبے کی بنیاد پر پیدا نہیں ہوسکتی' بلکہ انہیں کوئی شے ''بنیانِ مرصوص'' (یعنی سیسہ پلائی ہوئی دیوار) بنا سکتی ہے تو صرف وہ مذہبی جذبہ ہوسکتا ہے جو اسلام کے ساتھ حقیقی تعلق اور کردار وعمل کے واقعی رشتے سے پیدا ہوا اور اُسی سے غذا حاصل کرے اور نشو ونما پائے۔

اُس مذہبی جذبے کے بارے میں جو پاکستان کے بقاواستحکام کے لیے ٹھوس بنیاد بن سکے' دوسری اہم اور بنیادی بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ یہ جذبہ اسلام کی کسی جدید دانشورانہ تعبیر کے ذریعے پیدا نہیں کیا جا سکتا' بلکہ اُس کے لیے اسلام کی صرف وہی تعبیر موثّر اور کارگر ہوگی جو صدیوں کے تعامل اور ''روایت'' کی بنا پر مسلمانوں کے ''اجتماعی شعور'' (COLLECTIVE CONSCIOUSNESS) کا جُزوِ لاینفک بن چکی ہے۔

موضوع زیرِ بحث کے اعتبار سے ہم ایک ایسے جذبے کی بات کر رہے ہیں جو عوام میں ذہنی' فکری اور جذباتی ہم آہنگی پیدا کرے اور اُن کو محنت ومشقت اور ایثار وقربانی پر آمادہ (MOTIVATE) کر سکے اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد کسی جدید تعبیر کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی پیدائش وافزائش کا کوئی امکان اگر ہے تو دین ومذہب کے صرف اور صرف اُن تصورات اور تعبیرات کی بنا پر ہے' جن کی 'اسلامیت' نہ صرف یہ کہ مسلمان عوام کے اجتماعی شُعور کے نزدیک مُسلم اور قابلِ قبول ہو بلکہ اُن کے تحت الشعور میں رچی بسی ہو حتیٰ کہ اُن کے لاشعور میں نفوذ کیے ہوئے ہو۔ اور اس میں ہرگز کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ تعبیرات اور تصورات وہی ہو سکتے ہیں جنہیں علماء کی تصدیق حاصل ہو' ایسے علماء جن پر دین ومذہب کے معاملے میں مسلمان عوام کی عظیم اکثریت اعتماد کرتی ہے۔

استحکامِ پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد

الھدیٰ (623)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ارادۂ الٰہی اور تخلیق کائنات II

سورۃ النحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت 40

اِنَّمَا قَوۡلُنَا لِشَیۡءٍ اِذَاۤ اَرَدۡنٰہُ اَنۡ نَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۴۰﴾

’’ہمارا قول تو کسی چیز کے بارے میں بس یہ ہوتا ہے‘ جب ہم اس کا ارادہ کرتے ہیں کہ ہم فرماتے ہیں اُسے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔‘‘

جہاں تک کائنات کی تخلیق کے آغاز کے بارے میں میری اپنی سوچ کا تعلق ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے ایک امر ’’کُــن‘‘ سے ہوئی (اللہ کے حکم سے‘ نہ کہ اُس کی ذات سے)۔ پھر اس امر ’’کن‘‘ کا ظہور ایک خنک نور یا ٹھنڈی روشنی کی صورت میں ہوا (یہ خنک نور حرفِ کُن کا ظہور تھا نہ کہ ذاتِ باری تعالیٰ کا)۔ اس روشنی میں حرارت نہیں تھی‘ گویا یہ مادی روشنی (material light) کے وجود میں آنے سے پہلے کا دور تھا۔ آج جس روشنی کو ہم دیکھتے یا پہچانتے ہیں اس میں حرارت ہوتی ہے اور اسی حرارت کی وجہ سے یہ material light ہے۔ امرِ ’’کُن‘‘ سے ظہور پانے والے اس خنک نور سے پہلے مرحلے پر ملائکہ کی پیدائش ہوئی۔ جیسے کہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے کہ ((خُلِقَتِ الۡمَلَائِکَۃُ مِنۡ نُوۡرٍ)) یعنی ’’اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو نور سے پیدا کیا‘‘۔ اسی نور سے انسانی ارواح پیدا کی گئیں‘ اور سب سے پہلے روحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کی گئی‘ جیسا کہ حدیث بیان کی جاتی ہے: ((اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوۡرِیۡ)) یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔ ’’نُورِی‘‘ اور ’’رُوحِی‘‘ گویا دو مترادف الفاظ ہیں‘ کیونکہ روح کا تعلق بھی نور سے ہے۔ بہرحال یہ کائنات کی تخلیق کا مرحلہ اول ہے جس میں فرشتوں اور انسانی ارواح کی تخلیق ہوئی۔

اس کے بعد کسی مرحلے پر اس خنک نور میں کسی نوعیت کا زوردار دھماکہ (explosion) ہوا جس کو آج کی سائنس ’’بگ بینگ‘‘ کے نام سے پہچانتی ہے۔ اس دھماکے کے نتیجے میں حرارت کا وہ گولا وجود میں آیا‘ جو بہت چھوٹے چھوٹے ذرات پر مشتمل تھا۔ ان ذرات کا درجہ حرارت ناقابل تصور حد تک تھا۔ یہ گویا طبعی دنیا (Physical World) کا نقطہ آغاز تھا۔ اسی دور میں اس آگ کی لپٹ سے جنّات پیدا کیے گئے اور انہی انتہائی گرم ذرات سے کہکشائیں‘ ستارے اور سیارے وجود میں آئے۔

ان سیاروں میں سے ایک سیارہ یا کرہ ہماری زمین ہے جو ابتدا میں انتہائی گرم تھی۔ اس کے ٹھنڈا ہونے پر اس کے اندر سے بخارات نکلے جو اس کے گرد ایک ہالے کی شکل میں جمع ہو گئے۔ ان بخارات سے پانی وجود میں آیا جو ہزارہا برس تک زمین پر بارش کی صورت میں برستا رہا۔ اس کے نتیجے میں تمام روئے زمین پر ہر طرف پانی ہی پانی پھیل گیا۔ اُس وقت تک زمین پر پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ یہی وہ دور تھا جس کا ذکر قرآن میں بایں الفاظ کیا گیا ہے: ﴿وَکَانَ عَرۡشُہٗ عَلَی الۡمَآءِ﴾ (ھود: ۷) ’’کہ اُس کا عرش (اُس وقت) پانی پر تھا‘‘۔ پھر زمین جب مزید ٹھنڈا ہونے پر سکڑی تو اس کی سطح پر نشیب و فراز نمودار ہوئے۔ کہیں پہاڑ وجود میں آئے تو کہیں سمندر۔ اس کے بعد نباتاتی اور حیوانی حیات کا آغاز ہوا۔ اس حیات کے ارتقاء کے بلند ترین مرحلے پر انسان کی تخلیق ہوئی اور حضرت آدمؑ کی روح ان کے وجود کو سونپی گئی۔ حضرت آدمؑ کی تاج پوشی کا یہی واقعہ ہے جہاں سے قرآن آدمؑ کی تخلیق کا تذکرہ کرتا ہے۔ اس لحاظ سے انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا اعلیٰ ترین شاہکار بھی ہے اور اس پوری کائنات کی تخلیق کا اصل مقصود و مطلوب بھی۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
15تا21شوال المکرم 1435ھ جلد 23
12تا18اگست 2014ء شمارہ 31
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میاں صاحب! ابھی وقت ہے

غیر مصدقہ اور غیر مستند ذرائع سے یہ خبر آئی ہے کہ ملک کے وزیر اعظم نواز شریف نے اپنے قریبی حلقہ مشاورت میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ وہ جب بھی اقتدار میں آئے ہیں انھیں نصف مدت اقتدار بھی پوری نہیں کرنے دی گئی۔ مشاورت کے انعقاد اور اس میں ان کے سوال اٹھانے کے حوالے سے بات غلط ہے یا درست، لیکن بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ تیسری مرتبہ عوام سے ووٹ لے کر برسر اقتدار آئے ہیں۔ دو مرتبہ وہ بمشکل نصف مدت پوری کر سکے۔ پہلی مرتبہ 58-2B کی لاٹھی سے اور دوسری مرتبہ خاکی وردی اور بھاری بوٹوں والوں کے ذریعے اقتدار سے فارغ کر دیے گئے اور اب تیسری مرتبہ صرف 14 ماہ میں ان کا اقتدار کا سنگھاسن اتنی بری طرح ڈول رہا ہے کہ سنبھلتا نظر نہیں آتا۔ کل کیا ہوگا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آیئے، یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایسا بار بار کیوں ہوتا ہے؟

ظاہری اور نظر آنے والی وجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ زمینی حالات کو سمجھ نہیں پاتے اور معروضی حالات کا جائزہ لینے میں ناکام رہتے ہیں۔ وہ حکومت کرتے ہوئے اپنے ملک کی 67 سالہ تاریخ کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ جمہوری طور پر منتخب ہوتے ہیں لیکن انداز حکومت شاہانہ بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر اختیار کرتے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں قوت کا مکمل ارتکاز چاہتے ہیں، جو آج کی آزاد دنیا میں ممکن نہیں۔ مثلاً اس میں کوئی شک نہیں کہ فوج کو سول حکومت کے ماتحت ہونا چاہیے، لیکن دنیا بھر میں نظر دوڑائیں امریکہ اور بھارت جیسے ممالک میں بھی جہاں جمہوریت اپنے پاؤں بڑی مضبوطی سے جما چکی ہے فوج بعض معاملات میں من مانیاں کرتی نظر آتی ہے۔ ماضی قریب میں امریکہ میں پنٹاگون نے کئی مرتبہ وائٹ ہاؤس کو اپنے پیچھے چلنے پر مجبور کیا۔ لیکن وہاں یہ سب کچھ سلیقہ سے طے پا جاتا ہے۔ دونوں ادارے اپنی اپنی ترجیحات کو اولیت دینے اور روبہ عمل لانے میں کوشاں رہتے ہیں لیکن ملکی مفاد کو کبھی پس پشت نہیں ڈالتے۔ تنازعات اور معاملات کو کبھی ذاتیات کا مسئلہ نہیں بناتے اور ایک دوسرے کو adjust کرتے ہیں۔ بھارت جو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہلاتی ہے اس کے وزیر اعظم راجیو گاندھی نے پاکستان کے ساتھ سیاچین پر معاہدہ کر لیا، لیکن فوج نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ راجیو نے اپنی فوج کو سنا اور اسے اہمیت دی۔ ان ممالک میں فوج بھی اپنے موقف کے حق میں دلائل دیتی ہے، دباؤ کے تمام ذرائع استعمال کرتی ہے لیکن منتخب حکومت کا تختہ الٹ دینے کا وہاں کوئی تصور بھی نہیں۔ نواز شریف اس حقیقت کو فراموش نہ کریں کہ پاکستان کی 67 سالہ تاریخ میں آدھا وقت فوج نے حکومت کی ہے۔ ان کی عادات میں اتنا بگاڑ آ چکا ہے کہ دنوں اور مہینوں میں اصلاح ممکن نہیں۔ مصلحت کا تقاضا ہے کہ ان کی اصلاح کے لیے تدریج اختیار کی جائے تو ڈنڈا نہیں چلایا جا سکے گا۔

پھر یہ کہ کوئی بڑا اقدم اٹھانے سے پہلے عوام میں اپنی پوزیشن کو مضبوط کرنا ہوگا۔ صورتحال یہ ہے کہ اقتدار

میں آنے کے بعد ہر اگلا دن انھیں مزید غیر مقبول کر دیتا ہے۔ وزیراعظم بننے کے بعد عوام کے حالات کو قریب سے دیکھنا تو دور کی بات ہے، ان کے اپنے اسمبلی ممبران اُن تک رسائی اور ملاقات نہ ہونے کا رونا روتے رہتے ہیں۔ طیب اردگان نے ناپسندیدہ جرنیلوں کو ٹھکانے لگانے سے پہلے دس سال میں ترکی کے عوام کی حالت بدل دی۔ مغرب میں بھی صرف ووٹ لے لینا جمہوریت نہیں سمجھا جاتا بلکہ عوام کی خدمت جمہوری حکمران کا پہلا فرض سمجھا جاتا ہے۔ محترم نواز شریف اس بات پر غور فرمائیں کہ عوام انھیں تھوک کے حساب سے ووٹ دے کر اقتدار میں لاتے ہیں، لیکن جب انھیں اقتدار سے نکالا جاتا ہے تو عوام کیا ان کا کوئی کارکن بھی ان کی حمایت میں میدان میں نہیں نکلتا بلکہ 1999ء میں تو عوام کی اکثریت نے پرویز مشرف کو جی آیاں نوں کہا اور آخری بات یہ کہ اس مرتبہ تو اکثریت حاصل کرنے کی خواہش اور لاہور کو مسلم لیگ (ن) کا لاڑکانہ ثابت کرنے کی کوشش میں انھوں نے اپنے سیاسی حریفوں کو تحریک چلانے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔

قارئین کرام! ہمارے نزدیک یہ ظاہری وجوہات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسی ریاست کو سیاسی اور معاشی استحکام کیسے حاصل ہو جس کی تعمیر اس کی اصل بنیاد سے ہٹ کر کی گئی ہے۔ جس ریاست کا آئین واضح طور پر کہتا ہو کہ یہ اسلامی ریاست ہے اور اس میں کوئی قانون سازی قرآن اور سنت کے خلاف نہیں کی جاسکتی جب کہ اس ریاست کی رگ رگ میں سود رچا بسا ہو، فحاشی اور بے حیائی سرکاری سرپرستی میں زوروں پر ہو، بددیانتی اور اقربا پروری کو جرم ہی نہ سمجھا جاتا ہو، عدالتیں انصاف مہیا نہ کر رہی ہوں، جاگیردار اور صنعت کار کسان اور مزدور پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہوں۔ یہ وہ جرم ہے جس کا ارتکاب یوں تو پاکستان کے ہر حکمران نے کیا ہے لیکن اس معاملہ میں بھی نواز شریف دوسرے حکمرانوں سے آگے نظر آتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ پہلی مرتبہ وزیراعظم بننے تو وہ اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ بھی تھے جس نے پاکستان کو اسلامی نظام دینے کا واشگاف وعدہ کیا تھا۔ میاں نواز شریف اپنے والد مرحوم میاں شریف اور اپنے بھائیوں کی معیت میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے پاس تشریف لائے تو واضح اور پکا وعدہ کیا کہ وہ ایک سال میں سود ختم کر دیں گے، لیکن اس کے برعکس عمل کرتے ہوئے ان کے دور میں سود کے خاتمے کے خلاف عدالت میں اپیل دائر کر دی گئی۔ دو دہائیاں گزر چکیں لیکن سود کا معاملہ ابھی تک لٹکا ہوا ہے۔

شنید یہ ہے (دروغ برگردن راوی) کہ اپنی جبری جلاوطنی کے دوران انھوں نے خانہ کعبہ میں یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اب انھیں موقع ملا تو وہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کریں گے لیکن اب کی بار انھوں نے بدترین قسم کے سیکولر افراد اور اداروں سے اپنے گہرے اور قریبی تعلقات بنائے اور اسلامی جماعتوں سے کوسوں دور رہے۔ انھوں نے وزیراعظم بن کر یہ ''انکشاف'' بھی کیا کہ انھیں تو اس بار مینڈیٹ ہی بھارت سے بہتر تعلقات بنانے کے لیے ملا ہے۔ انھوں نے قائداعظم کے بیانات کی نفی کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ ہندو اور مسلمان کا خدا ایک ہے، رسم و رواج ایک ہیں، بود و باش ایک جیسی ہے، کلچر اور ثقافت ایک ہے۔ گویا ان لوگوں کی تائید کی جو کہتے ہیں کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان لکیر مصنوعی طور پر کھینچ دی گئی ہے اور جو ''امن کی آشا'' کی آڑ لے کر اکھنڈ بھارت کی طرف پیش قدمی کی خواہش رکھتے ہیں۔

میاں صاحب! انتہائی محترم میاں صاحب! اب بھی وقت ہے۔ یقیناً آپ کا تعلق ایک شریف مذہبی گھرانے سے ہے۔ لہٰذا لوٹ آئیں اور رجوع کر لیں، اس ہستی کا دامن تھام لیں جسے صرف ''کن'' کہنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے حکم پر عملدرآمد ہو جاتا ہے، جو کائنات کا خالق اور مالک ہے، جس کے حکم کے بغیر پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ اس کا حق ہے کہ اس کی زمین پر اسی کا نظام ہو۔ یوں تو زمین کے چپہ چپہ پر اسی کا نظام نافذ اور قائم ہونا چاہیے اور جسے اس کا نظام گوارا نہیں وہ اس کی زمین سے نکل جائے، لیکن وہ خطۂ زمین جسے حاصل ہی اس نعرہ پر کیا گیا تھا کہ یہاں اللہ اور رسول ﷺ کا دیا ہوا نظام نافذ ہوگا، وہاں اگر عملی طور پر اسلام کا انکار کیا جاتا ہے تو وہ اہل زمین سزا سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ لہٰذا میاں صاحب جرأت کریں، آگے بڑھیں اور پاکستان کے عملی طور پر مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں۔ آپ تاجر ہیں اور یہ بہرصورت نفع کا سودا ہے۔ اولاً تو اس یوٹرن میں دنیا اور آخرت دونوں کا بھلا ہے لیکن اگر دنیا ہاتھ سے چلی بھی گئی تو دنیا بہرحال فانی ہے، اسے ایک دن داغ مفارقت دینا ہے۔ جب کہ آخرت کی جزا و سزا دائمی ہے۔ بات ایمان کی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آخرت کے انعام کے مقابلے میں پاکستان کیا ساری دنیا کا اقتدار بھی ہیچ ہے، حقیر ہے۔ پھر یہ کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دنیا چاہنے والوں کو دنیا نے ہی رد کر دیا، جب کہ آخرت کے متوالے آسمان دنیا پر بھی ستاروں کی مانند چمکتے دمکتے رہے۔ میاں صاحب! ابھی وقت ہے اور فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے دل یا شکم؟ اگر پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست بن جائے تو یہ بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوگا۔ اِس سے عالمی سطح پر نظام خلافت کے قیام کی راہ ہموار ہو جائے گی ان شاء اللہ۔ لہٰذا میاں صاحب یہ آپ کا قومی ہی نہیں ملی اور دینی فریضہ بھی ہے۔

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

عیدالفطر: اظہار تشکر کا موقع اور امت مسلمہ کی زبوں حالی

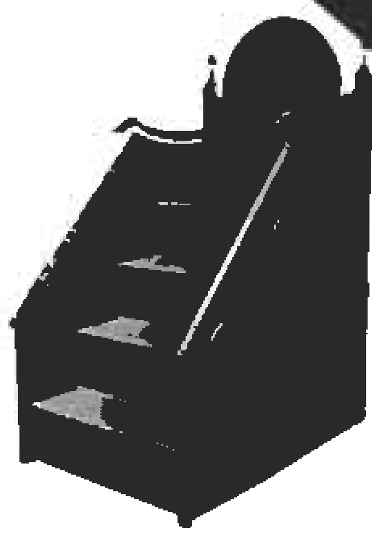

علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

مسجد دارالاسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا خطابِ عیدالفطر

برادرانِ اسلام! آج ہم دوگانۂ عید کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے عید دراصل اجتماعی خوشی کا موقع ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ خوشی کس بات پر ہے؟ اِس کا جواب سورۃ البقرہ کے تیئسویں رکوع میں ہے، جہاں روزے کی فرضیت اور قرآن کی فضیلت کا باہتمام ذکر ہے۔ یہ بات وہاں بہت وضاحت سے بیان کر دی گئی ہے کہ مسلمانوں کو ماہ رمضان المبارک کے حوالے سے دو عظیم نعمتیں عطا کی گئی ہیں۔ عیدالفطر ماہ رمضان کے مکمل ہونے پر ان دو نعمتوں کے حوالے سے اجتماعی اظہارِ مسرت کا دن منانے کا نام ہے۔ اِن نعمتوں پر اللہ کی جناب میں اجتماعی اظہار تشکر کے لیے رحمۃ للعالمین نبی اکرم ﷺ نے جو نہایت باوقار طریقہ امت کو عطا فرمایا وہ دوگانۂ تشکر ہے۔ اسی کے لیے آج ہم اللہ کے فضل و کرم سے جمع ہیں۔ یہ دو عظیم نعمتیں کون سی ہیں؟ ان میں ایک نعمت قرآن حکیم ہے اور دوسری روزے کی عظیم عبادت ہے۔ یہ دونوں انسان کی روحانی ترقی اور اللہ رب العزت سے قرب کے بہت مؤثر ذرائع ہیں۔ سورۃ البقرہ کی آیت 185 میں فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

”(روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن (اوّل اوّل) نازل ہوا جو لوگوں کا راہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔ تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو، چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کر لے۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔ اور (یہ آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کر لو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے، تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو۔“

مرتب: ابواکرام

آیت کی ابتدا میں قرآن مجید رمضان کا تعارف نزولِ قرآن کے مہینے کے طور پر کرا رہا ہے۔ قرآن کیا ہے؟ ھدی الناس۔ انسانوں کو جو ہدایت درکار ہے وہ کامل صورت میں قرآن میں دے دی گئی ہے۔ پھر یہ کہ قرآن ﴿وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾ یہ ہدایت کی روشن دلیلوں پر مشتمل ہے، اور حق و باطل میں فرق کرنے والی شے ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین تحفہ ہے جو اس نے انسانوں کو عطا فرمایا۔ چنانچہ روزے کی عبادت اور قرآن یہ دو چیزیں ہمیں رمضان میں عطا کی گئی ہے۔ عید ان دونوں پر اظہار تشکر کا موقع ہے۔ یہی بات آیت کے آخر میں فرمائی کہ ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ﴾ ”تاکہ تعداد پوری کرو (پورے ایک مہینے کے روزے رکھو) اور اللہ کی کبریائی کا اعلان کرو اس ہدایت پر جو اس نے تمہیں عطا کی۔“

ان دونوں نعمتوں کو ماہ رمضان میں اس طرح جمع کیا گیا کہ دن میں روزہ رکھو اور رات کا ایک قابل ذکر حصہ قرآن حکیم پڑھنے، سننے اور سمجھنے میں صرف کرو، جس کا کم سے کم درجہ نماز تراویح ہے۔ مبارک باد کے مستحق ہیں وہ لوگ جنہوں نے ماہ رمضان میں ان دونوں عبادتوں کا اہتمام کیا اور پورا رمضان قرآن پاک سننے اور سنانے میں گزار دیا۔ اِس دوران صحیح روح کے ساتھ ان عبادتوں کا اہتمام اور ان کی برکات سے بھرپور طور پر استفادہ کیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آئندہ سال بھی رمضان کی سعادتیں نصیب فرمائے اور اگر اِس بار اس کی برکات سے فائدہ اٹھانے میں ہم سے کوئی کوتاہی رہ گئی ہو، تو آئندہ سال اس کی تلافی کی توفیق عطا فرمائے (آمین یا رب العالمین)

اب قابل غور بات یہ ہے کہ ان دونوں عبادات سے سال کے بقیہ مہینوں میں ہم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ بقیہ سال میں ہم کو کرنا کیا ہے؟ دیکھئے، روزہ ایک ماہ کا تربیتی کورس تھا۔ یہ ضبط نفس کی تربیت تھی۔ ایک بندہ اپنے رب کی خوشی اور رضا کے لیے دن کے اوقات میں صبح صادق تا غروب آفتاب حلال اور جائز چیزوں سے بھی خود کو روکتا ہے، جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جائز راستوں پر بھی پابندی قبول کرتا ہے۔ کیوں؟ تاکہ

ایک مہینے کی اس ریاضت کے بعد وہ اس قابل ہو جائے کہ سال کے بقیہ مہینوں میں حرام کاموں اور منکرات سے رکا

> کیا برابر کی سرزمین، افغانستان میں چند ہزار نہتے طالبان کے ہاتھوں،
> تاریخ انسانی کی مضبوط ترین عالمی طاقتوں کی ذلت آمیز شکست میں
> ہمارے لیے کوئی سبق نہیں ہے؟ ذرا سوچیے!

رہے اور دنیا کی چند روزہ زندگی کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق گزار کر آخرت کی ابدی زندگی میں کامیاب ہو اور نار جہنم سے چھٹکارا اور جنت کی ابدی نعمتیں حاصل کر سکے۔ آپ نے تراویح کے دوران قرآن سنا ہوگا۔ قرآن میں یہ الفاظ بار بار آتے ہیں: ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ فوز یعنی کامیابی کے یہ الفاظ ہر جگہ دائمی زندگی آخرت کی کامیابی کے حوالے سے آتے ہیں۔ اصل کامیابی آخرت ہی کی کامیابی ہے۔ اِسی کے لئے ہمیں یہ عظیم تحفے عطا کئے گئے ہیں۔ اگر ہم رمضان کی تربیتی مشق سے گزر کر سال کے بقیہ مہینوں میں منکرات سے بچنے کا اہتمام کریں گے تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ ہم اصل کامیابی تک پہنچ پائیں گے۔ ہم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ یہاں سے یہ عزم لے کر اٹھے کہ آئندہ ہر قسم کے حرام کاموں اور گناہوں سے بچنے کی شعوری کوشش کرے گا اور ہر اس کام کو چھوڑ دے گا جو ہمارے رب کو ناپسند ہے۔ اِسی کا نام تقویٰ ہے۔ قرآن بار بار ہم سے اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ”اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔“ تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ گناہوں سے، اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا نام ہے۔ لہٰذا اللہ کا تقویٰ اختیار کیجیے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی طے کر کے اٹھیں کہ ایک ماہ میں نماز تراویح میں ہم نے جو قرآن سنا ہے، اب دن رات کے 24 گھنٹوں میں سے روزانہ آدھ گھنٹہ نکال کر کم از کم 2 یا 3 رکوعات قرآنی ترجمے کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کریں گے۔ تاکہ اللہ کی کتاب جو دراصل ”حبل اللہ“ ہے کے ساتھ ہمارا تعلق مضبوط ہو۔ اس کام سے ہمارے جذبۂ ایمانی میں اضافہ ہوگا اور راہ ہدایت پر گامزن رہنے میں ہمیں بہت سہولت حاصل ہو جائے گی۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں آئندہ وہ اس انداز کی مومنانہ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عید الفطر کے اس بابرکت موقع پر ہمیں اپنے معاشرے کے محروم طبقات کو نہیں بھولنا چاہیے۔ فقراء و مساکین کو بھی اس خوشی میں شامل رکھنے کے لیے اس موقع پر فطرانہ، صدقات و انفاق کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ حقیقی ضرورت مندوں کو تلاش کر کے اُن تک اپنے صدقات وغیرہ پہنچائیں۔ ہمارے رب کو یہی طریقہ پسند ہے۔ ﴿وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط﴾ (البقرۃ: 271) اس وقت ملک پر افتاد آن پڑی ہے۔ ہمارے دس لاکھ سے زائد قبائلی بھائی IDPs کی شکل میں اپنے گھروں کو چھوڑ کر کھلے آسمان تلے اپنے خاندانوں کے ساتھ ہر طرح کی بنیادی انسانی سہولت سے محروم، بے کسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ان کے ساتھ تعاون ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔

آخری بات یہ عرض کروں گا کہ آج پورا عالم اسلام استعماری قوتوں کے نرغے میں ہے۔ تمام اسلام دشمن عالمی طاقتیں (یہود، ہنود اور نصاریٰ) جن کے حوالے قرآن نے ہمیں 1400 سال قبل متنبہ کر دیا تھا کہ یہ تمہارے دشمن ہیں، آج ہماری غلطیوں اور دین سے بے وفائی کے نتیجے میں پوری ملتِ اسلامیہ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہی ہیں۔ فلسطین، برما، مصر، شام، عراق، افغانستان اور کشمیر الغرض ہر جگہ مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ ع ہو گیا

پریس ریلیز 8 اگست 2014ء

بڑھتی ہوئی سیاسی محاذ آرائی کا انجام تباہ کن ہو سکتا ہے

اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں سیکولر جمہوریت کی ترویج اللہ اور اس کے رسولؐ سے کھلا دھوکا ہے

اگر ہم اسلام کا دامن تھام کر اور قرآن کو اپنا امام بنا کر متحد نہ ہوئے تو خدانخواستہ پاکستان کا شیرازہ بکھر سکتا ہے

حافظ عاکف سعید

بڑھتی ہوئی سیاسی محاذ آرائی کا انجام تباہ کن ہو سکتا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں رائج سیاست کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ جب ملک میں سول حکومت ہوتی ہے تو سیاست دان ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے ہیں۔ اور اپنی حمایت میں فوج کو ملوث کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جب مارشل لاء لگ جائے تو بحالیٔ جمہوریت کی تحریک شروع کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ درحقیقت ہم نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے دھوکا کیا، اور اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں سیکولر جمہوریت کو رائج کر دیا۔ اسلام سے دوری اختیار کر لینے سے صوبائی قومی، لسانی اور نسلی عصبیتیں ابھر کر سامنے آ گئیں اور ہم جو 1947ء سے پہلے ایک قوم تھے، کئی قومیتوں میں منقسم ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ اب بھی وقت ہے ہم اسلام کا دامن تھام کر اور قرآن کو اپنا امام بنا کر متحد ہو جائیں تو کامیابی و کامرانی ہمارے قدم چومے گی۔ انہوں نے کہا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو خدانخواستہ پاکستان کا شیرازہ بکھر سکتا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو۔ بدقسمتی سے اکثر و بیشتر مسلمان حکمران انہی طاغوتی طاقتوں کے آلۂ کار بن کر مسلمانوں کا قتل عام کررہے ہیں۔ مصر اور شام اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ تاہم اس وقت کا سب سے بڑا المیہ بے گناہ فلسطینیوں پر اسرائیل کی افواج کی بے دریغ بمباری ہے۔ صیہونی فوج کے فضائی حملوں کے نتیجے میں ارض فلسطین میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ روزانہ سینکڑوں مسلمان عوام جن میں بچے بوڑھے اور عورتیں سب شامل ہیں، خاک و خون میں لتھڑے نظر آتے ہیں۔ اس صورتحال کا اصل سبب تو اگرچہ خود ہم مسلمانوں کی بے عملی اور بدعملی بلکہ صحیح تر الفاظ میں اللہ، اس کے دین اور اس کے پیغمبر ﷺ سے بے وفائی اور غداری ہے۔ اسی وجہ سے آج مسلمان کمزور اور بے بس ہیں، اور گویا اللہ کے عذاب کی زد میں ہیں۔ بہرکیف اپنے مظلوم فلسطینی بھائیوں سے اتحاد و یگانگت اور اظہار ہمدردی اور اسرائیل کی شدید ترین مذمت کا جو بھی طریقہ کارگر ہوسکتا ہے وہ ہمیں اور ہماری حکومت کو ضرور اختیار کرنا چاہیے۔ تاہم یہ پوری امت کے لیے وقت دعا ہے۔ امت کی سطح پر ایک اجتماعی استغفار اور سچی توبہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اللہ کرے کہ وہ وقت جلد آئے جب ہم علامہ اقبال کے اس شعر کی عملی تعبیر بچشم سر دیکھ سکیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

اللہ کرے کہ ہماری زندگی میں ہی یہ موقع آجائے۔ تاہم مایوسی کے گھپ اندھیروں میں بھی امید اور روشنی کی ایک کرن پھوٹتی دکھائی دے رہی ہے۔ ہمیں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کیا برابر کی سرزمین، افغانستان میں چند ہزار نہتے طالبان کے ہاتھوں، تاریخ انسانی کی مضبوط ترین عالمی طاقتوں کی ذلت آمیز شکست میں ہمارے لیے کوئی سبق نہیں ہے؟ جدید ترین اور اعلیٰ ترین اسلحے اور ٹیکنالوجی کی بے پناہ ترقی کی بدولت پورا عالم کفر اکٹھا ہو کر افغانستان پر چڑھ دوڑا تھا۔ پورا عالم اسلام بھی اس کی پشت پر کھڑا ہوگیا تھا۔ پاکستان نے اِس طاغوتی جنگ میں فرنٹ لائن الائن کا کردار ادا کیا۔ آج ساری دنیا یہ ماننے پر مجبور ہوگئی کہ پورے عالم کی متحدہ طاقت کے باوجود نہتے طالبان کے ہاتھوں امریکا، نیٹو اور پوری دنیا کو شکست ہوگئی۔ اس میں ہمارے لئے کوئی سبق ہے کہ نہیں۔ کیا طالبان کی یہ فتح کسی معجزے سے کم ہے؟ کیا اس میں پورے عالم کے مسلمانوں، بالخصوص ہمارے سیاسی اور دینی قائدین کے لیے کوئی پیغام نہیں ہے؟ کیا حکیم الامت علامہ اقبال کا دیا ہوا یہ سبق آج ہماری ملت کی آنکھیں کھولنے کا ذریعہ نہیں بن سکتا کہ۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

لہٰذا اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ہمارے تمام دکھوں کا علاج اور مداوا بھی علامہ اقبال کے اس پیغام میں موجود ہے جو انہوں نے تقریباً سو سال قبل امت مسلمہ کی زبوں حالی کے حوالے سے ''جواب شکوہ'' کے عنوان سے امت مسلمہ کو دیا تھا۔ اس وقت ہم انگریز کے غلام تھے۔ آج امریکہ کے غلام ہیں۔ پورا عالم اسلام امریکا کے ماتحت ہے۔ سارے مسلمان حکمران ان عالمی قوتوں کے ایجنٹ ہیں، الا ماشاء اللہ۔ اس وقت علامہ اقبال نے جو پیغام دیا تھا آج پھر اس بات کی ضرورت ہے کہ اُس پر کان دھرے جائیں۔ اقبال کا یہ پیغام قرآن و سنت کی تعلیمات کا نچوڑ تھا۔ اور آج یہی ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔ یہ پیغام ایک شعر کی صورت میں ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ سے وفاداری کے راستے کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، کہ یہی آب نشاط انگیز مرض ملت کی دوا ہے۔ (آمین)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد'' میں

17 تا 23 / اگست 2014ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر تک)

مبتدی تربیتی کورس

جبکہ

22 تا 24 / اگست 2014ء

(بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار ظہر تک)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ
0321-9620418
041-2624290,2420490

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت (042)36316638-36366638

......باغات جل گئے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

مسلم کشی کی بہیمانہ عالمی جنگ 2000 سے زائد فلسطینیوں کا خون پی چکی۔ بلا امتیاز عورتیں بچے بمباری کا لقمہ بن گئے۔ 10 ہزار زخمی لاچار بلا طبی سہولیات سسک رہے ہیں۔ تمام عالمی قوانین، کنونشنز اندھے گونگے بہرے ہیں۔ دنیا مظاہروں میں زبان سے رنگ اڑا کر لہولہان غزہ کے دکھوں کا مداوا کر رہی ہے۔ یورپ و دیگر ممالک کے احتجاجی مظاہرے اسرائیل کا کیا بگاڑ لیں گے؟ شاہی جمہوریت کے نام پر جو نیا لباس پہن کر دنیا میں جلوہ گر ہوئی تو غریب عوام کے جذبات کی بھاپ نکالنے کو مظاہروں کا کلچر متعارف کروایا گیا۔ پریشر ککر کے نکاسِ بھاپ والو کی طرح، کہ پھٹ نہ جائے۔ پتلے جلا لو، جھنڈے جلا دو۔ بینر لہرا دو۔ پلے کارڈ پر غصہ نکال لو۔ ہم بمباریاں کر کے ملک اجاڑیں، قبضے کریں گے۔ تم مہذب اور شائستہ احتجاج کرنا۔ ضمیر کا بوجھ سڑکوں پر نعرے لگا کر اگل دینا۔ میڈیا کوریج دیں گے۔ یہ سب کر کے تم اپنی برگر جوگر، موبائل، ٹیبلیٹ، لیپ ٹاپ کی دنیا میں لوٹ جانا۔ میڈیا کوریج بھی ایسی کہ 2012ء میں سی این این نے ایسے ہی اسرائیلی حملوں میں 45 اسرائیلی افسروں اور 11 فلسطینیوں کا انٹرویو دکھایا۔ 2014ء میں 17 اسرائیلی اور ایک فلسطینی کا انٹرویو۔ نیتن یاہو کو سکرین پر 25 منٹ، فلسطینی کو 30 سیکنڈ۔ کانے دجال کی دنیا کا کانا، یکطرفہ، متعصب میڈیا۔ دجل، فریب، جھوٹ کا پرچارک۔ عراق جنگ کے خلاف دنیا بھر میں ریکارڈ مظاہرے ہوئے تھے۔ اسے روکنے کے لیے ملین مارچ ہوئے۔ کیا رُکا؟۔ امریکا نے میڈیا کے ذریعے جھوٹے پراپیگنڈے کی بنیاد پر حملہ کیا۔ 10 لاکھ عراقی مار دیئے۔ ملک اجاڑ دیا۔ خون بھی پیا۔ تیل بھی۔ تیلوں نہائے ڈالروں پھلے۔ ان کا علاج افغانوں سے سیکھیں۔ حماس کی استقامت بھی دیدنی ہے۔ پھر یہ کیوں نہ کہیں کہ جہاد غیر مہذب ہے، اس لیے کہ اس سے کافر کے تابوت بھرتے ہیں۔ کہاں ہیں مسلمانوں کو رواداری پڑھانے والے......؟ کیا ان کے رواداری کے اسباق میں امریکا اسرائیل کے لیے بھی کوئی سبق، کوئی ہدایت پائی جاتی ہے؟

> ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
> مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
> حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
> اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگزر!

پاکستان گونگلوؤں سے مٹی جھاڑنے والا بیان غزہ پر دے کر فارغ ہو گیا۔ امریکا کی بانہوں میں بانہیں ڈالے ڈالر سمیٹتے آپریشن کر رہے ہیں۔ قبلۂ اول اور فلسطین کے دفاع کے لیے کیا مملکت خداداد کی ایمانی غیرت کی ادنیٰ رمق کا تقاضا نہ تھا کہ ہم احتجاجاً یہ آپریشن روک دیتے؟ بھر امریکا برادر کشی سے باز آ جاتے؟ پردے سارے اٹھ چکے ہیں۔ پاکستانی میڈیا پر بلیک آؤٹ اور یکطرفہ کوریج کے باوجود امریکی جرنیلوں کی خوشی چھپائے نہیں چھپتی اور وہ سچ بول جاتے ہیں۔ جنرل (ر) جان ایلن نے کولوراڈو میں سکیورٹی فورم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: قبائلی علاقوں میں آپریشن امید کی کرن ہے۔ جنگ میں پاکستان کا 3 سال میں ہونے والا نقصان اتحادیوں کے 13 سالوں کے نقصان سے زیادہ ہے لیکن پاکستان کو وہ کریڈٹ نہیں دیا جاتا جو اس کا حق ہے۔ اپنے ملک کو اندھیروں کی نذر کر کے ہم نے واشنگٹن میں امید کی کرنیں بکھیری ہیں۔ یہ ان کا اعتراف ہے! امریکا یورپ کی خوشنودی کے لیے ایک ملالہ کو رونے والے کہاں ہیں؟ ساڑھے 3 لاکھ بچیاں تعلیم سے محروم کیمپوں میں رُل رہی ہیں۔ جبری بے گھروں کی دردناک کہانیاں بھی آپ کو رائٹر بتائے گا۔ یہاں سرکاری درباری سیاسی بیانات اور فوٹو سیشن ہیں۔ اندر کا حال غیر ملکی خبر رساں ایجنسیوں سے پوچھیے۔ بالخصوص خواتین اور بچوں کی در بدری اور رنج و الم۔ مدد کے طلب گاروں میں سے تین چوتھائی عورتیں اور بچے ہیں۔ شناختی کارڈ نہ ہونے کی بنا پر کئی کہانیاں رائٹر نے (یکم اگست) رپورٹ کی ہیں۔ عورتیں امداد سے محروم بہتے آنسوؤں کے ساتھ (مرد رشتہ داروں کے نہ ہونے کی وجہ سے) سکیورٹی اداروں کے ڈنڈوں سے خوفزدہ دربدر ہیں۔ ہمیں امریکا کے لیے جنگ لڑنے سے فرصت ہو تو ہم امریکا کا دوسرا روپ بھارت میں دیکھ سکیں۔ یا بھارت کی جنگ بھبکیاں ہمیں سنائی دیں جو وہ اسلحے کے ڈھیر پر بیٹھا ہمیں دے رہا ہے۔ پاکستان پر دباؤ مزید بڑھانے کے لیے جان کیری بھارت کے دورے پر تھے۔ دہشت گردی کی جنگ سے نمٹنے کے لیے بھارت کے ساتھ اظہار یک جہتی کرتے ہوئے پاکستان کی طرف منہ کر کے بیانات جاری فرما رہے تھے۔ بھارت کے نئے آرمی چیف نے بھی ذمہ داری سنبھالتے ہی گڑے مردے اکھیڑ کر پاکستان پر بوچھاڑ شروع کر دی۔ قبل ازیں رمضان بھر کشمیر، سیاچن، سیالکوٹ سیکٹر میں جانی مالی نقصانات ہوئے فائرنگ کے نتیجے میں جو بھارت مسلسل کرتا رہا۔ ہم ریت میں سر دیئے شتر مرغانہ پالیسی پر کاربند ہیں۔

اسلام آباد تین ماہ کے لیے فوج کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ نواز شریف اپنی حکومت بچانے کے لیے کم سے کم تنخواہ پر بھی کام کرنے پر راضی ہو چکے ہیں۔ صرف انگوٹھا لگاتے رہیں گے جو حکم بھی صادر ہو۔ آپریشن منظور، پی پی او منظور، فوج کی تعیناتی قبول۔ اپنے عوام کی لاپتگی سانحات سے مکمل چشم پوشی۔ سوات آپریشن میں لاپتہ نوجوانوں کی مختلف حراستی مراکز سے دورانِ رمضان درجن کے لگ بھگ لاشیں پھینکیں گئیں۔ بعد از عید 3 مزید لاشیں ملیں۔ امید ہے نئے چیف جسٹس جن کا اپنا تعلق سوات سے ہے، ان کے علم میں یہ خبریں ہوں گی۔ قانون کی عملداری پر مکمل خاموشی کا ان کہا سمجھوتہ ہو چکا؟ اگرچہ جنرل (ر) شاہد عزیز کی کتاب پرویز مشرف کے 1999ء میں تختہ الٹنے والی کہانی سنا چکی ہے۔ اُس وقت راولپنڈی، اسلام آباد پر سپاہ متعین کرنے میں جو دشواری پیش آئی تھی اس کا اب سدباب کر لیا گیا ہے۔ اب رکاوٹ نہیں ہو گی۔ تاہم اس مرتبہ نواز شریف خود ہی شوکت عزیز اور شہباز شریف، پرویز الٰہی بننے کو تیار بیٹھے ہیں۔

(باقی صفحہ 16 پر)

داعش: الدولۃ الاسلامیۃ فی العراق والشام

اویس پاشا قرنی

29 جون 2014ء کو سوشل میڈیا کے ذریعے ایک خبر گردش کرنے لگی کہ عراق کے شہر موصل میں ایک صاحب نے جو ابو بکر البغدادی کے نام سے ذکر کئے جا رہے ہیں، خلافتِ اسلامیہ کے قیام کا اعلان کر دیا ہے۔ بعدازاں دیگر عالمی خبر رساں اداروں کے ذریعے سے بھی ایسا مواد نشر کیا گیا جو اس نوزائیدہ، خود ساختہ دعویٰ خلافت کی تصدیق کر رہا تھا۔ ایک سیاہ لباس اور سیاہ عمامے میں ملبوس ادھیڑ عمر کے صاحب نے جن کا نام ابو بکر البغدادی الہاشمی القرشی بتایا جا رہا ہے، خطاب جمعہ میں خطبۂ خلافت پیش کیا اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ خلیفۂ اوّل کے سنہرے کلمات سے اپنے خطبے کو مزین کرتے ہوئے تمام عالم اسلام سے بطور خلیفۃ المسلمین خطاب فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت عالم اسلام میں جو انتشار اور سراسیمگی کی کیفیت پائی جاتی ہے، ایسے میں اس طرح کی آواز پر کان ضرور متوجہ ہوتے ہیں، خصوصاً وہ افراد جو احیاء خلافت اور اقامتِ دین کی جدوجہد کے علم بردار ہیں اُن کا ایسے کسی واقعے سے چاہے اُس کی حقیقت جو کچھ بھی ہو بے گانہ رہنا ناممکن ہے۔

فطری ردعمل کے طور پر تمام عالم اسلام خصوصاً بلادعرب کے نوجوان، ''داعش'' نامی تنظیم جو اصلاً ''دولۃ اسلامیہ فی العراق والشام'' کا مخفف ہے اور انگریزی میں ISIS (Islamic State of Iraq and Syria) کے نام سے معروف ہے کی جانب متوجہ ہوئے اور واحد دستیاب ذریعے کے طور پر سوشل میڈیا پر داعش کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے اور دیگر متعلقین تک اس کی خبریں پہنچانے میں مستعد نظر آنے لگے۔ بعض کا خیال ہے کہ بس موعود خلافت قائم ہوگئی ہے اور اب تمام تحریکات اسلامیہ کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھیں اور خلیفۃ المسلمین ابو بکر البغدادی سے بیعت کر لیں۔

انٹرنیٹ پر ایسی بہت سی ویڈیوز دستیاب ہیں جن میں بغدادی صاحب کے نمائندے عوامی اجتماعات میں اور خواص کی نشستوں میں خلیفۃ کی بیعت لے رہے ہیں۔ ان مبایعت کے مناظر دیکھ کر بہت سے مخلص نوجوان اپنے علاقوں سے عراق ہجرت کر چکے ہیں جن کے انٹرویوز بھی ترغیب عام کے لئے انٹرنیٹ پر فراہم کیے گئے ہیں نتیجۃً بہت سے افراد ان کی پیروی کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔

اس مضمون میں ہم کوشش کریں گے کہ داعش کے بارے میں فراہم ہونے والی معلومات اور اُن پر عالمِ عرب کے چند جید علماء و داعیانِ دین کا مؤقف سامنے لایا جائے تاکہ حقیقتِ حال سے واقفیت بہم پہنچائی جا سکے۔ واضح رہے کہ اس وقت اس گروہ اور اُن کی کارروائیوں کے بارے میں ہمارے پاس کوئی مستند ذریعۂ معلومات نہیں ہے۔ جو ہے وہ انٹرنیٹ کی دنیا سے متعلق ہے اور یہ ذریعہ اصحاب نظر کے ہاں علم یقینی کا موجب نہیں۔ البتہ عالم عرب کے جید علماء کے تبصرے ہمارے لئے ایک مستند ذریعۂ معلومات ضرور ہیں۔ لہٰذا ابھی کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی بلکہ اہل نظر کے لئے سامانِ خرد پیش کرنا مقصود ہے۔

داعش کے بارے میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ یہ شدت پسند سنی گروہ ہے اور اہل تشیع کے خلاف سخت کارروائیاں اس کی ایک وجہ شہرت ہے۔ خصوصاً عراق کی امریکہ نواز شیعہ حکومت کے مظالم کے خلاف انہیں بہت پزیرائی حاصل ہوئی۔

داعش نے اپنے لئے جو جھنڈا اختیار کیا ہے وہ سیاہ ہے اور اُس کے مابین سفید رنگ سے ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''مہر نبوت'' نقش ہے۔ نعرے یا شعار کے طور پر یہ ''باقیۃ و تتمدد'' یعنی ''باقی رہنے والے اور وسعت پزیر'' کے الفاظ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اس گروہ کو القاعدہ سے برآمد ہونے والے گروہ کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ایک اور گروہ جو ''جبھۃ النصرۃ'' کے نام سے معروف ہے وہ بھی القاعدہ سے اپنا تعلق جوڑتا ہے۔ البتہ داعش کی جانب سے حالیہ اعلانِ خلافت پر القاعدہ کے سربراہ ایمن ظواہری نے واضح طور پر داعش سے اعلان برأت و اختلاف کیا ہے۔ جبکہ جبھۃ النصرۃ اور داعش کے مابین تو جھڑپیں بھی جاری ہیں یوٹیوب پر ایک ویڈیو موجود ہے جس میں داعش کے پانچ کارندوں کو جبھۃ النصرۃ کے مسلح افراد نے پکڑ رکھا ہے اور طنز و استہزاء سے سوال کر رہے ہیں کہ تم اسلامی ریاست قائم کرنا چاہتے ہو یا نصیریوں / روافض کے خلاف جہاد کرنا چاہتے ہو۔ ویڈیو کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر اُن پانچ افراد کو قتل کر دیا گیا۔ واضح رہے کہ جبھۃ النصرۃ کے پیشِ نظر شام کی اسد حکومت کے خلاف لڑنا ہے جبکہ داعش اپنی خلافت کی دعوے دار ہے۔ یعنی واضح طور پر جہاد کی علمبردار جماعتیں اور گروہ وہاں سنی اور سلفی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور شدید انتشار اور قتل و غارت گری کا شکار ہیں۔

داعش کے بارے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ ان کا وجود اولاً سوشل میڈیا پر محسوس ہوا اور بعدازاں میدان میں نظر آنے لگے۔ بہت سے صحافی اس حوالے سے تشویش کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں کہ یہ گروہ شاید CIA ہی کی پیداوار ہے اور جس منظم انداز میں اسے میڈیا پروپیگنڈے کا موقع فراہم کیا گیا اور کیا جا رہا ہے ظاہر ہے کہ وہ کسی رجسٹرڈ اسلامی جماعت کے لئے بھی آسان نہیں۔ داعش کی کارروائیوں کو منظر عام پر لانے اور دنیا بھر سے جذبۂ جہاد رکھنے والے افراد کو متوجہ کرنے کے لئے انہوں نے ''الفرقان'' کے نام سے ایک میڈیا پروڈکشن کا ادارہ قائم کر رکھا ہے جو فنی اعتبار سے انتہائی اعلیٰ پیمانے کی DVD's, CD's پمفلٹ، پوسٹر اور انٹرنیٹ ویڈیو کلپس تیار کرتے ہیں اور وسیع پیمانے پر اُسے عام کرتے ہیں۔ ان کے کام میں کئی اور باقاعدہ ادارے معاونت کرتے ہیں جیسے گلوبل اسلامک میڈیا، الحیات میڈیا سینٹر، اجناد میڈیا فاؤنڈیشن وغیرہ تاکہ تمام زبانوں میں خصوصاً یورپی زبانوں میں مواد فراہم کیا جا سکے۔ بعض صحافیوں نے داعش کے بارے میں اپنی رپورٹ میں اس خدشے کا بھی اظہار کیا ہے کہ داعش کو ترکی اور سعودی عرب سے بھی مالی و دیگر تعاون حاصل رہتا ہے۔ ترکی کی جانب سے تعاون کا

سبب ترکی کا نیٹو میں شامل ہونا ہے اور شام کی حکومت کے خلاف CIA کی پالیسی میں تعاون ہے جبکہ سعودی عرب ایران اور شیعیت کے خلاف اپنی پالیسی کے مطابق مجاہدین کا رخ شام اور عراق ہی کی طرف رکھنے کے لئے انہیں مالی تعاون پیش کرتا ہے۔عراق کے وزیر اعظم نوری المالکی نے بھی داعش کے ساتھ مالی تعاون کا الزام سعودی عرب پر لگایا تھا۔تاہم داعش کے مالی ذرائع کے بارے میں یہ بھی خبر ہے کہ ان کے پاس عراق کے بہت سے تیل کے کنوؤں کا کنٹرول ہے۔ چنانچہ وہ تیل کی فروخت سے بھی اپنے مصارف پورے کرتے ہیں۔

داعش کے پاس اسلحے کی بہتات ہے۔جس کا اندازہ اُن کی ویڈیوز سے ہوتا ہے اور کئی امریکی اسلحہ ڈپو اور عسکری بیس پر قابض ہونے کے بعد وہاں سے وافر مقدار میں اسلحہ ان کے ہاتھ لگا جسے وہ اب ایک منظم انداز میں استعمال کرتے ہوئے مزید سامان حرب اکٹھا کر رہے ہیں۔ایک انتہائی حیران کن بات یہ ہے کہ داعش کے خلاف امریکی فوج جو عراق میں اپنے بڑے بڑے بیس کیمپ رکھتی ہے، کارروائی کرتی ہوئی نظر نہیں آتی اور نہ امریکی ڈرون ہی ان پر حملہ آور ہوتے ہیں سوائے چند ایک واقعات کے۔ برخلاف افغانستان کے کہ جہاں مجاہدین یعنی طالبانِ افغانستان کی براہِ راست جنگ امریکیوں سے جاری ہے جبکہ یہاں داعش نے جس علاقے کا بھی کنٹرول لیا ہے وہ عراق فوج سے ہلکی پھلکی جھڑپوں کے بعد لیا ہے۔

انٹرنیٹ پر ایسی طویل ویڈیوز داعش کی جانب سے جاری کردہ دستیاب ہیں جن میں وہ راتوں رات بہت بڑے علاقے کو عراقی فوج سے خالی کراتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور یہ سب کچھ بآسانی ہوتا ہے، بغیر کسی قابلِ ذکر مزاحمت کے۔اور صبح تمام عراقی فوجی جو قیدی بنائے گئے تھے اُنہیں ایک مسجد میں جمع کیا جاتا ہے اور اُن سے اس اقرار پر کہ وہ پہلے کفر کی حالت میں تھے اور اب وہ اسلام لا کر تائب ہو رہے ہیں، آزاد کیا جا رہا ہے اور پھر عام معافی کا اعلان کیا جاتا ہے اور سب کو عفو و درگزر کے وثیقے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ایک اچھی بات جو داعش کے بارے میں سامنے آئی ہے وہ یہ کہ بعض علاقوں میں انہوں نے شام اور ترکی کے مابین ہونے والی اسمگلنگ کو روکا ہے اور بعض علاقوں میں سڑکوں کی تعمیر، بجلی کی فراہمی جیسے کام بھی عوام الناس کی بہبود کے لئے کئے ہیں۔

اعلانِ خلافت پر علماء اسلام کا ردِ عمل:

یکم رمضان المبارک 1435ھ کو داعش کے ترجمان شیخ ابو محمد العدنانی الشامی نے اس بات کا اعلان کیا کہ ایک اہم متروک فریضہ یعنی قیام خلافت آج پورا ہوا ہے اور اب تمام عالم اسلام کو چاہیے کہ وہ خلیفۃ المسلمین شیخ ابو بکر البغدادی صاحب کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کریں۔ جواباً کئی علماء، داعیانِ دین اور تحریکات اسلامیہ کی جانب سے اس پر ردِ عمل کا اظہار کیا گیا۔ رئیس الاتحاد العالمی لعلماء المسلمین شیخ قرضاوی حفظہ اللہ نے علماء اسلام کے عالمی اتحاد کی جانب سے ایک بیان جاری فرمایا جس کے اہم مندرجات کچھ اس طرح ہیں:

☆ ہم تاکیداً کہتے ہیں کہ اس طرح اعلانِ خلافت شرعاً باطل ہے اور اس سے کوئی شرعی آثار مرتب نہیں ہوتے۔

☆ ہم تاکیداً کہتے ہیں کہ خلافتِ اسلامیہ اور اس کی دعوت ایک اہم کام ہے جس کے بارے میں ہم سب متفکر ہیں مگر اس کے کچھ شرعی ضوابط ہیں، جس کے لئے ہر سطح پر بڑے پیمانے اور گہرائی کے ساتھ تیاری کی ضرورت ہے۔اسی طرح اس کے بارے میں امت کا اتفاق واتحاد لازمی ہے، فقط اِدھر اُدھر کے اعلانات سے خلافت قائم نہیں ہوا کرتی اور نہ اُس کی کوئی قانونی حیثیت ہی ہوا کرتی ہے۔

☆ الدولۃ الاسلامیہ نامی تنظیم کی جانب سے اعلانِ خلافت اور مسلمانوں سے اُن کی بیعت کے مطالبے میں کوئی معیارِ شرعی نظر نہیں آتا بلکہ اس کا ضرر اس کے نفعے سے بڑھ کر ہے۔

☆ واضح رہنا چاہیے کہ مسلمانوں کے لئے یہ ایک لازمی امر ہے کہ وہ ریاستی سطح پر شریعتِ اسلامیہ کو نافذ و قائم کریں، البتہ اس کام کو شرائط و آداب کے ساتھ بجالانا ضروری ہے۔

☆ جہاں تک خلافت کا تعلق ہے تو شرعی اور فقہی اعتبار سے یہ نیابت ہے جب مسلمان خلیفہ کی بیعت کرتے ہیں تو وہ امتِ مسلمہ کا نائب اور وکیل قرار پاتا ہے۔یہ نیابت شرعاً عقلاً اور عرفاً تب تک ثابت نہیں ہوتی جب تک تمام مسلمان رضاء و رغبت سے خلیفہ کو یہ اختیار نہ دے دیں

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

”قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی“ میں

23 تا 29 اگست 2014ء

(بروز ہفتہ نماز عصر تا جمعۃ المبارک)

مبتدی تربیتی کورس

اور

29 تا 31 اگست 2014ء

(بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-34306041 / 0334-3242523

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت (042)36316638-36366638

یا وہ لوگ جو عامۃ المسلمین کے نمائندے ہیں جنہیں پہلے اہل حل وعقد کہا جاتا تھا۔ جنہیں اولی الامر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جو علماء اور سربرآوردہ افراد ہوا کرتے ہیں اور اسی طرح دیگر اصحاب قرار اور اسلامی اجتماعیتوں کو یہ حیثیت حاصل ہے کہ اُن کی تائید ومشورہ سے خلافت کا قیام عمل میں آئے۔

☆ مذکورہ اعلان خلافت سے انتشار وخصومیت کا دروازہ کھلتا ہے اور خلافت اسلامیہ کے تصور کی عظمت اور جلالتِ شان لوگوں کی نگاہوں میں مجروح ہوتی ہے اور یہ ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔

علماءِ شام کی جانب سے فتویٰ:

ایک اور ادارہ بنام ھیئۃ الشام الاسلامیہ جو شام کے راسخ العقیدہ علماء کی ترجمانی کرتا ہے، کی جانب سے اعلان خلافت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار اس طرح کیا گیا ہے:

☆ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اعلان باغی گروہ کی جانب سے ہے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے اور اُن کا ناحق خون بہاتا ہے۔

☆ ان کے پاس ریاستی قوت نہیں ہے۔ شرعاً وعرفاً نہ تو یہ زمین میں تمکن رکھتے ہیں اور نہ ہی لوگوں میں ان کا حکم مانا جاتا ہے۔ جو کچھ اقتدار ان کے پاس ہے وہ ایک گروہ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے بہ نسبت ریاست کے۔

☆ ایک ایسے شخص کو خلیفہ کے طور پر متعین کرنا جس کے احوال وکوائف سے کوئی واقف نہیں جبکہ علماء نے شخص خلیفہ کے تعین کے لئے شرائط بیان کی ہیں ایک ناقابل فہم بات ہے۔

☆ یہ لوگ پہلے ایمن الظواہری سے بیعت تھے اور اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ ہم اس سے سمع وطاعت کا عہد رکھتے ہیں۔ اس اعلان خلافت کے بارے میں تو ایمن الظواہری نے بھی لاتعلقی اور انحراف کا اظہار کیا ہے۔

ان تحفظات کے اظہار کے بعد علماء شام نے اہل علم وفکر سے مطالبہ کیا کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امت کے سامنے خلافت اسلامیہ کے صحیح مفہوم کی توضیح وتشریح کریں۔ اسی طرح انہیں بتائیں کہ اللہ کی نصرت کا حصول کس طرح ممکن ہے؟ اسلامی ریاست کا قیام کس طرح ہوا کرتا ہے؟ اسی طرح یہ کہ مسلمانوں کو تمکین میں جلدی نہیں مچانی چاہیے جب تک اُس کے اسباب ومقدمات فراہم نہ ہوجائیں۔ اہل علم کو چاہیے کہ مسلمانوں کو باخبر کریں کہ امت میں اس سے پہلے بہت سے ایسے فتنے گزر چکے ہیں جو کذاب، دجال تھے اور وہ سب یہ سمجھتے تھے کہ وہ نبی، مہدی یا خلیفہ ہیں۔ اسی طرح فتنہ ٔخوارج کے بارے میں بھی امت کو باخبر کرنا چاہیے۔ آخر میں علماءِ شام نے نوجوانوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے اشکالات علماء سے پوچھ کر حل کیا کریں، تاکہ نئے نئے فتنوں سے محفوظ رہ سکیں۔

ندوۃ العلماء لکھنوء کے شیخ الحدیث اور عالم اسلام کی ایک معروف علمی وفکری شخصیت حضرت مولانا سلمان ندوی الحسینی صاحب نے ابوبکر البغدادی صاحب کے نام اولاً ایک کھلا خط ارسال کیا جو انٹرنیٹ پر مشتہر کیا گیا تھا۔ جس میں موصوف کو امیر المؤمنین فی الدولۃ الاسلامیہ فی العراق والشام کے لقب سے مخاطب کیا گیا اور وزیر اعظم عراق نوری المالکی کے خلاف داعش کے لئے اپنی حمایت کا اظہار کیا گیا تھا۔ آگے چل کر مولانا ندوی نے ابوبکر بغدادی کو بہت اہم نصیحتیں کی تھیں مثلاً: اقامتِ عدل اور رفع ظلم کی اہمیت، تمام گروہوں سے مصالحت حتیٰ کہ شیعوں کو بھی امان کی فراہمی، سزا کا نفاذ صرف اور صرف اسلامی عدالتوں کے ذریعے نہ کہ انتقامی کارروائی۔ وسعتِ نظری کی اہمیت، عالمی برادری سے تعلقات کی استواری، محبت وامن کے قیام کی ضرورت، باہمی خانہ جنگی سے اجتناب وغیرہ۔ مگر قسمت کی ستم ظریفی دیکھیے مولانا ندوی صاحب کے اس بر وقت اقدام کے خلاف ہندوستان میں مخالفانہ مہم شروع کردی گئی۔ اس نصیحت کے خط کو شیعہ مخالف گروہ کی بے جا حمایت اور ابوبکر البغدادی کے اعلان خلافت کو تسلیم کرنے سے تعبیر کیا گیا۔ بعدازاں مولانا سلمان ندوی الحسینی صاحب نے ایک سے زائد اخباری بیانوں کے ذریعے اپنے مؤقف کی وضاحت کی کہ میرا مؤقف بھی وہی ہے جو جمہور علماءِ اسلام کا ہے۔ جبکہ لکھے گئے خط کا مقصد اس متشدد گروہ کو نصیحت کرنا اور اصلاح کی طرف آمادہ کرنا تھا۔

برطانیہ کے اخبار ٹیلی گراف کے نمائندے روب کریلی نے 11 جولائی 2014ء کو اسلام آباد سے ایک اخباری رپورٹ میں طالبان افغانستان کی جانب سے عراق اور شام کے مجاہدین کے نام ایک پیغام کی خبر دی ہے کہ طالبانِ افغانستان نے داعش کی جانب سے اعلانِ خلافت اور تعینِ خلیفہ کی واضح مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ شدت پسندی سے پرہیز کریں اور مجاہدین کے مابین باہمی مخالفت اور انتشار سے مکمل اجتناب کریں۔ مزید مشورہ دیا ہے کہ تمام مجاہدین کے گروہوں اور عراق اور شام کے جید علماء پر مشتمل ایک شوریٰ تشکیل دی جائے جو تنازعات کو دور کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے بارے میں بغیر شرعی شہادتوں کے حکم لگانے سے باز رہیں۔ مسلمانوں کے مابین رحمت اور شفقت کو غالب رہنا چاہیے۔ اسی طرح دیگر تحریکات نے بھی اس اعلانِ خلافت پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے جیسے حزب التحریر نے اپنی ویب سائٹ پر اپنے تحفظات کو مشتہر کیا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس انتشار سے خیر برآمد کردے کہ ''خلافت'' جو اسلامی نظام سیاست کا اہم عنوان اور نمائندہ لفظ ہے، اس پر پڑے ہوئے پردے ہٹائے جانے کا کوئی راستہ نکل آئے اور علماء کرام امت کے سامنے اس کے حقیقی تصور، اس کے قیام کی فرضیت، طریقہ کار اور فی زمانہ معیارِ شرعی کے مطابق اعلان واظہار کی درست صورتیں واضح کریں۔ آمین

تنظیم اسلامی کا موقف

آئی ایس آئی ایس کے بارے میں ہمارا موقف بھی کم وبیش وہی ہے جو عالم اسلام کے نیک نام اور چوٹی کے علماء اور طالبان افغانستان کا ہے، جو سطور بالا میں آپ کے سامنے آ گیا ہے۔ ہم بھی اُن کے اعلانِ خلافت کے حوالے سے وہی تحفظات رکھتے ہیں جن کا ذکر زیر نظر مضمون میں کیا جا چکا ہے۔ تاہم ان کے بارے میں کسی حتمی اور یقینی رائے تک پہنچنے کے لیے بہتر ہوگا کہ ابھی ''Wait & See'' پر عمل کیا جائے۔ (مدیر)

تحریک پاکستان کے دوران سب سے زیادہ پڑھی جانے والی تاریخی نظم

مرسلہ: عثمان قاضی

پاکستان کا مطلب کیا؟...... لا الٰہ الا اللہ

اصغر سودائی

آج بعض مادہ پرست اور سیکولر لوگ یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ پاکستان دین اسلام کے غلبہ و قیام کے لیے نہیں بلکہ ہندوؤں سے معاشی آزادی حاصل کرنے کے لئے بنایا گیا تھا، حالانکہ حقائق اس کے برعکس ہیں۔ تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیگ کے دو نعرے سب سے زیادہ معروف ومقبول تھے۔ ایک نعرہ تھا ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' اور دوسرا ''پاکستان کا مطلب کیا...... لا الٰہ الا اللہ''۔ اس حقیقت کا واشگاف اظہار پروفیسر محمد منور نے اپنی کتاب ''پاکستان ...... حصار اسلام'' میں کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس مقبول نعرہ کو تحریک پاکستان کے دوران سیالکوٹ کے مشہور شاعر اصغر سودائی نے بھی اپنی ایک نظم کا باقاعدہ حصہ بنایا تھا۔ یہ نظم مسلم لیگ کے جلسوں میں بہت پڑھی جاتی تھی اور قائدین اس نظم سے ہی ''پاکستان کا مطلب کیا...... لا الٰہ الا اللہ'' کے نعرے لگواتے تھے۔ یوم آزادی کی مناسبت سے یہ تاریخی نظم تحریک پاکستان کے اصل جذبہ محرکہ کی تازگی اور یاددہانی کی غرض سے قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

قرآں سے ہے اس کی بِنا
ایماں سے ہے نشو و نما
پاکستان ہے ملکِ خدا
پوچھے اگر دنیا تو بتا
پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

شب ظلمت میں گزاری ہے
اٹھ! وقتِ بیداری ہے
جنگِ شجاعت جاری ہے
آتش و آہن سے لڑ جا
پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

چھوڑ تعلق داری چھوڑ
اٹھ محمود ، بتوں کو توڑ
جاگ اللہ سے رشتہ جوڑ
غیر اللہ کا نام مٹا
پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

نغموں کا اعجاز یہی
نعرۂ سوز و ساز یہی
وقت کی ہے آواز یہی
پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

تجھ میں ہے خالد کا لہو
تجھ میں ہے طارق کی نمو
شیر کے بیٹے شیر ہے تو
شیر بن اور میدان میں آ
پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

جرأت کی تصویر ہے تو
ہمتِ عالمگیر ہے تو
دنیا کی تقدیر ہے تو
آپ اپنی تقدیر بنا
پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

پنجابی ہو یا افغان
مل جانا شرط ایمان
لے کے رہیں گے پاکستان
حکم نبیؐ منشائے خدا
پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

اے اصغر! اللہ کرے
ننھی کلی پروان چڑھے
پھول بنے خوشبو مہکے
وقت دعا ہے ہاتھ اٹھا
پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا

شہر کراچی میں تنظیم اسلامی کے مدرسین کے بارے میں ایک تاثراتی تحریک

م س کے قلم سے

یہ 1988ء کی بات ہے جب میں تنظیم اسلامی میں شامل ہوا تھا۔ اس وقت کراچی میں رفقاء کی تعداد واجبی سی تھی اور ان میں نوجوان خال خال ہی نظر آتے تھے اور کھچڑی داڑھی اور سفید داڑھی والے رفقاء کی تعداد زیادہ تھی۔ الحمدللہ، آج صورتحال اس کے بالکل برعکس نظر آتی ہے۔ بڑھاپے کی طرف مائل اور بوڑھے لوگ کم اور نوجوان رفقاء کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ جس تحریک سے نوجوان منسلک ہو جائیں اس کا مستقبل روشن ہو جاتا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ بات تنظیم پر صادق آئے اور یہ جلد ہی وطن عزیز میں اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد میں فیصلہ کن پوزیشن پر آجائے۔ آمین!

سابقون اولون تنظیم اسلامی میں نوجوانوں کی تعداد کم ضرور تھی لیکن اس وقت بھی تنظیم سے وابستہ نوجوان رفقاء نمایاں نظر آتے تھے، جس میں چند ایک کا ذکر میں یہاں کروں گا۔ برادرم اسد الرحمٰن صف اوّل کے مدرس ہوا کرتے تھے جن پر بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ بہت نازاں تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس نوجوان نے میرے مرتب کردہ منتخب نصاب کو ہضم کر رکھا ہے۔ دوسرے برادرم جاوید عبداللہ تھے جو امریکہ سے ایم ایس کر کے آئے تھے لیکن ان کی درویشی کا یہ حال تھا کہ ان کے چہرے مہرے اور حلیہ سے ایک ناواقف یہ گمان نہیں کر سکتا تھا کہ یہ نوجوان اتنا اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو سکتا ہے۔ بانی تنظیم اسلامیؒ ان کا اکثر اپنے خطابات میں ذکر فرمایا کرتے تھے۔ برادرم شعیب الرحیم، اسد عزیز بٹ اور کچھ عرصے کے بعد برادرم باسط بلال کوشل اس شان سے تنظیم کے افق پر نمایاں ہوئے کہ سینئر صحافی مجیب الرحمٰن شامی نے ان پر ''بلالی اذاں'' کے نام پر ایک کالم لکھا تھا۔

اس دوران ایک نوجوان ابھرتا نظر آرہا تھا جنہیں ہم انجینئر نوید احمد کے نام سے جانتے ہیں۔ میں جماعت اسلامی میں چار سال گزارنے کے بعد تنظیم میں شامل ہوا تھا اور وہاں امیدوار رکن تک قرار دیا گیا تھا۔ جب میں نے پہلی مرتبہ اس نوجوان کا درس مسجد خضریٰ، صدر میں سنا تو کچھ زیادہ متاثر نہیں ہوا تھا۔ وہ نوجوان بڑی استقامت سے آگے بڑھتا رہا۔ آج میں یہ کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ وہ ہماری تنظیم کا ایک اثاثہ بن چکے ہیں اور آج تنظیم میں جتنے نوجوان متحرک نظر آتے ہیں سب بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے زیر تربیت رہے ہیں اور اسی لئے میں انہیں احتراماً ''استاد الاساتذہ'' کہا کرتا ہوں۔ ان کے علاوہ جتنے نوجوان جن کا تذکرہ سطور بالا میں ہوا تنظیم اسلامی کو خیر باد کہہ گئے کیونکہ وہ بانی تنظیمؒ کی زبانی تسلسل کے ساتھ اپنی تعریفوں کے متحمل نہیں ہوسکے۔ اسی لئے میں نے ایک موقع پر ان سے مودبانہ گزارش کی تھی کہ للہ آپ اپنے خطابات میں برادرم نوید احمد کی تعریفوں کا سلسلہ نہ شروع کر دیجئے گا تو وہ مسکرا کر رہ گئے تھے۔ ایک سینئر رفیق کا تذکرہ رہا جاتا ہے جو پیرس سے تشریف لائے تھے اور کراچی میں آن بسے تھے جن کو ہم اعجاز لطیف کے نام سے جانتے ہیں اور اب مرکز میں ناظم بیت المال کے طور پر اپنے فرائض بڑی تن دہی سے ادا کر رہے ہیں۔ ان کا درس قرآن اور دورۂ ترجمہ قرآن میں ایک مخصوص لہجے میں اردو بولنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ان کا تعلق پنجاب سے ہے، جابجا انگریزی الفاظ کا استعمال اور احکام قرآنی کا حالات حاضرہ پر انطباق انہیں ایک منفرد مدرس بناتا ہے۔

امسال اپنے کمر کی تکلیف کی بنا پر میں دورۂ ترجمہ قرآن میں باضابطہ طور پر شرکت نہیں کر سکا اور حد تو یہ ہے کراچی میں امیر تنظیم اسلامی کی دورۂ ترجمہ قرآن کے لئے موجودگی کے باوجود یہ سعادت حاصل نہ ہو سکی۔ اس سے میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ اب مجھ میں وہ عزیمت نہیں رہی جو کبھی ہوا کرتی تھی، جب میں بانی تنظیمؒ کے دورۂ ترجمہ قرآن میں اپنی شرکت کو مشکلات کے باوجود یقینی بنانے کی کوشش کرتا تھا۔ 1991ء اور 1998ء میں جب ان کے یہ پروگرام قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں ہوئے تب میں شہر کی ایک مضافاتی کچی آبادی میں رہائش پذیر تھا، مگر پروگرام میں شرکت کا اہتمام ہوتا رہا۔ اب جو کوتاہی ہوئی ہے اس کا جواز غالبؔ کے دل کے بہلانے کے انداز میں ان کا یہ شعر پڑھ کر پیش کر کے کیا۔

مضمحل ہو گئے قویٰ غالبؔ
اب عناصر میں اعتدال کہاں

اس کے باوجود مجھے اپنے چند ایک نوجوانوں کی صلاحیتوں کا اندازہ ان کے پروگراموں میں جزوی شرکت کے دوران ہوا۔

تنظیم کے ہر دلعزیز مدرس جو کراچی کے حلقہ کراچی شمالی کی امارت کا بوجھ بھی اٹھائے ہوئے ہیں برادرم شجاع الدین شیخ کا پروگرام تو جاذبیہ شادی ہال میں تھا جس کے قریب ہی میری رہائش گاہ ہے۔ وہ نہ صرف ایک مدرس ہیں بلکہ انہیں عوام کی نبض پر ہاتھ رکھنے کا ہنر بھی آتا ہے اور ایسے انداز میں خطاب کرتے ہیں جو عوام کے دلوں پر اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ دور دور سے ان کے جاننے والے ان کے پروگراموں میں شرکت کے لئے تشریف لاتے ہیں۔

عزیزم سید اسامہ علی کو ریم گارڈن میں سننے کا موقع ملا۔ چونکہ یہ نیو کراچی میں ناظم تربیت کے منصب پر فائز ہیں جس سے میں بھی وابستہ ہوں لہٰذا میں ان کی صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ بھی ایک پُرجوش عوامی مقرر کی حیثیت سے ابھر رہے ہیں۔ میں انہیں اس وقت سے جانتا ہوں جب چند سال قبل تک وہ نوبل پوائنٹ کے پروگراموں میں شرکت کیا کرتے تھے اور ان کی صغرسنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پروگرام کے ناظم ان سے خواتین سے رابطے کا کام لیا کرتے تھے۔ اب وہ پہلی مرتبہ دورۂ ترجمہ قرآن میں مترجم کا فریضہ انجام دے رہے تھے لیکن ایک بڑے مجمعے سے خطاب کے دوران میں نے ان کے طرز بیان میں کسی قسم کا کوئی ضعف محسوس نہیں کیا۔ اس مقام پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی طرح ان

کے والد کا پورا گھرانہ اس مشن میں شامل ہے۔ ان میں انجینئر نعمان اختر بھی ہیں جو ڈاکٹر سید انوار علی کے داماد ہیں۔

مجھے عزیزم عمیر انور کا خطاب جمعہ قرآن اکیڈمی، ڈیفنس میں سننے کا موقع ملا۔ ان کا تعلق بھی ایک ایسے گھرانے سے ہے جس میں ایک تنظیم اولڈ سٹی کے امیر محمد رضوان مرزا اور مدرس و مترجم محمد نعمان شامل ہیں۔ ان رشتوں کا ذکر میں اس لئے کر رہا ہوں تاکہ قارئین اندازہ لگا سکیں کہ دین کی دعوت کا کام کرنے والے ان لوگوں نے ''الاقرب فالاقرب'' کے اصول پر عمل کو بھلایا نہیں۔ عزیزم عمیر انور کو جو اورنگی تنظیم میں کراچی کے سب سے کمسن امیروں میں سے ہیں اور اب کورنگی ٹاؤن کے ایک علاقے کے امیر ہیں، خطاب جمعہ کا موقع اس لئے ملا کہ اس دن امیر محترم کی طبیعت ناساز تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ جس موضوع پر انہیں خطاب کرنا تھا وہ اس موضوع کے تسلسل میں تھا جس پر امیر محترم نے اپنے پچھلے خطاب جمعہ پر گفتگو کی تھی اور غالباً عزیزم عمیر انور پر یہ ذمہ داری فوری طور پر عائد کی گئی تھی جس کی بنا پر انہیں تیاری کے لئے زیادہ وقت بھی نہیں ملا ہوگا لیکن پورے اعتماد کے ساتھ انہوں نے ایک مربوط اور مدلل انداز میں گفتگو کرتے ہوئے اس موضوع کا اس طرح حق ادا کیا کہ کم از کم مجھے تو امیر محترم کی غیر موجودگی کا احساس تک نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر کی بھی صلاحیت عطا فرمائی ہے اور وہ ایک استاد کی حیثیت سے قرآن اکیڈمی، ڈیفنس میں اپنے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

عزیزم اویس پاشا قرنی بھی اپنی ٹنڈر ایج میں تنظیم میں شامل ہوئے۔ یہ کبھی ادباء و شعراء کے حلقے سے اپنے علم کی پیاس بجھایا کرتے تھے اور اب انہوں نے اپنی اس پیاس کو دین کی طرف موڑ دیا ہے۔ وہ قرآن اکیڈمی کے انتظامی امور چلانے کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کی ذمہ داریاں بھی پوری کر رہے ہیں اور ایک خاص بات یہ ہے کہ بالعموم ہمارے مقررین فقہ پر گفتگو سے بجا طور پر گریز کرتے ہیں۔ اس میدان میں یہ واحد مدرس ہیں جو فقہ پر بھی گفتگو کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے خطابات میں عالمی رنگ غالب رہتا ہے۔ ان کو مرحبا لان، ناظم آباد میں سننے کا موقع ملا۔ تیزی کے ساتھ گفتگو کا انداز، الفاظ کے چناؤ اور زبان کی روانی کو دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ع وہ کہیں اور سنا کرے کوئی۔

ان رفقاء کے علاوہ اس مرتبہ برادرم انجینئر عثمان علی کے پروگرام کی تعریف سنی جو اورینٹ ہال، گلستانِ جوہر میں ہوا، لیکن خواہش کے باوجود میں اس میں شریک نہ ہوسکا۔ البتہ میں ان کی تقریر کے تیکھے اور مولویانہ انداز سے واقف ہوں۔ یہ اپنے طرز کے واحد مدرس ہیں جو سامعین کو اپنے طرز گفتگو سے مسحور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد الیاس بھی نوجوان مقررین کی صف میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، جن کے لیکچرز کو لوگ بڑے شوق سے سنتے ہیں۔ برادرم عامر خان کو کہ اپنی عمر کے لحاظ سے سینئر مدرسین میں شامل ہو چکے ہیں جو کرکٹ کے بڑے شوقین تھے لیکن اب ان کے پاس اپنے اس شوق کی تکمیل کے لئے کوئی وقت نہیں جبکہ ہم کرکٹ کریز میں مبتلا عمر رسیدہ دیندار لوگوں کو ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر بڑی دلچسپی کے ساتھ اس کھیل کو دیکھنے میں مصروف پاتے ہیں۔ جمعیت کے دو وابستگان اب ہمارے ساتھ ہیں جو اپنے اپنے علاقوں کے امیر بھی ہیں اور درس و تدریس میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ برادرم نوید مزمل نیو کراچی تنظیم اور برادرم عطاء الرحمٰن عارف نارتھ ناظم آباد کے امیر ہیں۔ عزیزم سیف الرحمٰن بھی ہیں جو درس قرآن میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کی انتظامی صلاحیتوں سے بھی بھرپور فائدہ بحیثیت ناظم دورۂ ترجمہ اٹھایا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سارے نوجوان ہیں جن سے اب تک میری ملاقات نہیں ہوسکی ہے۔ البتہ عزیزم محمد سلیم الدین بھی اس میدان میں پیش پیش ہیں۔ وہ نہ صرف مدرس و مترجم ہیں بلکہ استاد کی حیثیت سے قرآن اکیڈمی، یاسین آباد سے وابستہ ہیں۔ ہمارے سینئر رفیق مفتی عبداللہ طاہر صاحب علماء کے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک عرصے سے دورۂ ترجمہ قرآن میں مترجم کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں۔

اب آخر میں محترم عبدالرزاق کوڈاوی صاحب کا تذکرہ کروں گا جو عمر اور تجربے میں مجھ سے بھی بہت سینئر ہیں اور اس زمانے میں میں نے انہیں جماعت اسلامی سے وابستہ پایا تھا جب میں خود ایک کارکن کی حیثیت سے اس میں شامل تھا۔ وہ ایک ایسے عالم نہیں ہیں جن کی تعریف سن کر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ان سے ملاقات کے بعد انہیں علم کا کباڑ خانہ قرار دیا تھا۔ یہ وہ درویش ہیں جو اپنے علمی اثاثے کو اپنے واقفین میں لٹانے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔ وہ بحیثیت نائب صدر انجمن خدام القرآن، انجمن کے صدر دفتر میں بیٹھتے ہیں جہاں ہمارا دفتر بھی واقع ہے لہٰذا دوپہر کے کھانے کے دوران اپنی مفید علمی گفتگو سے ہمیں نوازتے رہتے ہیں۔ یہ حضرت اس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں ان کے کسی فرد سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد کہاں جانا پسند کریں گے تو جواب ملتا ہے کہ جہاں دو پیسے کا فائدہ ہو میں وہیں جانا پسند کروں گا۔ محترم جناب عبدالرزاق کوڈاوی کو دو پیسے کا فائدہ دین میں نظر آیا جس کی مالیت آخرت میں دنیا کے دو پیسوں سے کتنی زیادہ ہوگی اس کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ انہوں نے مکتبہ خدام القرآن سندھ کو اپنی انتظامی صلاحیتوں سے ایک نئی زندگی بخشی ہے اور اپنے تجربات کی روشنی میں نظم بالا کو اپنے مشوروں سے نوازنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ آخر میں تنظیم سے وابستہ تمام خورد و کلاں کے لئے دعا کہ اللّٰھم زد فزد۔ جن نوجوانوں کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے ان پر اس معروف حدیث مبارکہ کہ تم میں سے بہترین وہ ہیں جو تعلیم و تعلم قرآن میں مصروف ہوں نے اتنا اثر کیا کہ انہوں نے دنیا میں ترقی کے منازل طے کرنے والے کیریئرز کو چھوڑ کر درس و تدریس قرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔

آسمان قرآن کے ان درخشندہ ستاروں کا سارا کریڈٹ بانی تنظیم اسلامیؒ کو جاتا ہے جن کی مساعی کو میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام تر کوتاہیوں کے باوصف ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے گا، ان شاء اللہ۔ لیکن یہاں میں ان کے کتابچے ''قرآن کی قوت تسخیر'' سے ایک اقتباس ضرور درج کرنا چاہوں گا جس کی صداقت ہمارے تمام خورد و کلاں میں ظاہر و باہر ہے۔ ''قرآن حکیم کی قوت تسخیر کے ضمن میں میں ایک اصطلاح استعمال کیا کرتا ہوں کہ قرآن اپنے طالب کو Possess کر لیتا ہے، اس کے ذہن و قلب کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ میرے بعض ساتھی یہی الفاظ میرے لئے استعمال کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ میرا اپنا احساس یہ ہے کہ میں اگر اس کیفیت سے نکلنا یا نکلنے کی غرض سے ہلنا بھی چاہوں تو ہل نہیں سکتا۔ اس لئے کہ اللہ کے فضل و کرم سے میں جس طرح اس کام میں لگا ہوں اس طور سے کام اپنے کسی ارادے اور منصوبے کے تحت نہیں ہوا کرتے۔ ایسی کیفیت تو اسی شخص کی ہوسکتی ہے جو کسی عظیم قوت تسخیر کے زیر اثر کسی شکنجے میں آگیا ہو، جکڑا گیا ہو۔ حالانکہ ایسا بھی ہوا کہ کئی کام جو میں نے بالارادہ شروع کئے، کوشش کے باوجود

میں انہیں مکمل نہیں کرسکا۔ مثلاً ایک موقع پر میں نے اپنے ذاتی حالات لکھنے شروع کئے لیکن وہ سلسلہ بیچ میں ہی کہیں رک گیا۔ خدمتِ قرآنی کا کام بھی اگر میں محض اپنے ارادے کے تحت کرتا تو اس طور سے ہرگز نہ کرپاتا جیسا کہ اللہ نے مجھ سے کروایا ہے۔ اللہ کی تائید و توفیق قدم قدم پر میرے شاملِ حال رہی۔ میں نے جب اپنی میڈیکل پریکٹس بند کی تو کوئی ذریعہ معاش تھا، نہ کوئی جائیداد میرے پاس موجود تھی۔ لیکن میں نے توفیقِ الٰہی سے یہ طے کرلیا تھا کہ اب جسم و جان میں جو بھی توانائی کی رمق باقی ہے وہ اسی کام میں لگے گی۔ میرے پاس کرشن نگر میں اپنی رہائش کے لئے بس ایک مکان تھا (جسے بعد میں بیچ کر قرآن اکیڈمی کے سامنے مکان بنوایا) اس کے سوا اور کوئی جائیداد میرے پاس موجود نہیں تھی، لیکن اللہ نے ہمت دی اور میں نے طے کرلیا کہ آئندہ زندگی کا کوئی لمحہ اب تلاش معاش میں صرف نہیں ہوگا، سارا وقت اور صلاحیتیں معاد کے حصول میں صرف ہوں گی۔''

آخر میں ایک دلچسپ بات۔ ایک زمانے میں لوگ ہمیں یہ کہہ کر شرمندہ کیا کرتے تھے کہ آپ کی تنظیم میں ڈاکٹر اسرار احمد کے سوا رکھا کیا ہے۔ لیکن آج نہ صرف اندرون بلکہ بیرون ملک بھی نہ جانے کتنے ڈاکٹر اسرار احمد پیدا ہوچکے ہیں، یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پاکستان میں ان کی قیادت کی سعادت امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید کو حاصل ہے جن کے پروقار اور سنجیدگی و متانت سے پر خطابات کا کچھ حصہ انٹرنیٹ پر دیکھنے کا موقع ملا۔ جب انہیں ان کے والد گرامی نے اپنا جانشین نامزد کیا تھا تو اس وقت دل سے یہ دعا نکلی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس منصب پر فائز ہونے کا حق دار بنائے کیونکہ ہم مسلمان کسی کو اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بناتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں خلافت سے ملوکیت کا اسلامی تاریخ کا سفر یاد آجاتا ہے جسے کوئی ذہن قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اللہ کرے کہ وہ اپنے منصب کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے اپنی پیشرفت جاری رکھیں۔ آمین!

☆☆☆

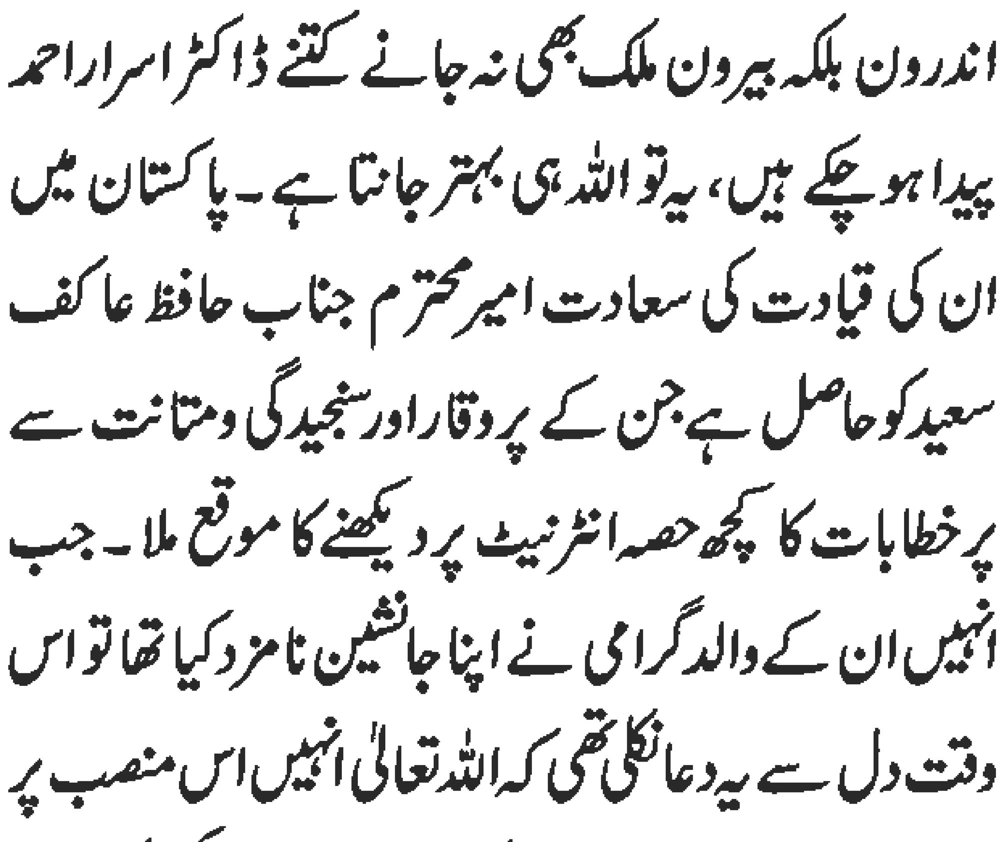

جاگو جگاؤ

رہبانیت

محمد سمیع

اسلام میں رہبانیت نہیں۔ نہ اس رہبانیت کی گنجائش ہے جس کا تذکرہ نصاریٰ کے حوالے سے سورۃ الحدید کی آیت 27 میں آیا ہے، جہاں یہ فرمایا گیا کہ ''اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کرلی، ہم نے اُسے اُن پر فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اُسے ادا نہ کیا۔'' رہبانیت کے نتائج بد ہمیں نصاریٰ کی تاریخ میں تفصیل سے ملتے ہیں اور اس کے مظاہر آج بھی چرچ کی وقتاً فوقتاً شائع ہونے والی رپورٹوں میں نظر آتے ہیں۔ اسلام میں سے اس رہبانیت کی جگہ بھی نہیں ہے جو ہندومت اور بدھ مت میں ہے۔ رہبانیت کی ایک جھلک تو ہمیں رمضان المبارک کے آخری عشرے میں نظر آتی ہے جب فرزندان اسلام لاکھوں کی تعداد میں مساجد میں اعتکاف کرتے نظر آتے ہیں، جس کا مقصد دنیا سے کٹ کر یکسوئی کے ساتھ اللہ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنا ہے۔

رہبانیت کی ایک جھلک اگر ہم غور کریں تو ہمیں پنج وقتہ نمازوں میں بھی نظر آتی ہے۔ سورۃ المزمل کی آیت 8 میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ ''اور پڑھے جا نام اپنے رب کا اور چھوٹ کر چلا آ اس کی طرف سب سے الگ ہوکر''۔ اصل میں یہی کیفیت پنج وقتہ نمازوں میں مطلوب ہے۔ اگر ہم مسجد کے آداب میں چند باتوں پر غور کریں تو ان میں یہی حکمت نظر آتی ہے کہ نماز کے دوران ہی نہیں، مسجد میں موجودگی کے دوران بھی ہمیں ان کے ذریعے اسی بات کا پابند کیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی طرف یکسو ہوجائیں۔ مثلاً مسجد میں دنیوی امور پر گفتگو کی سخت ممانعت ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کے نتیجے میں اپنے رب کی طرف یکسوئی کی کیفیت نہیں ہوپاتی۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں مساجد میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل یاد آتے ہیں اور ان پر گفتگو جاری رہتی ہے۔ اس کے باوجود کہ امام صاحبان دنیوی گفتگو کی ممانعت کی اہمیت پر توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ اس سے دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ہم مسجد میں نماز میں مصروف نمازیوں کی نماز میں خلل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آپ نے اکثر مساجد میں یہ خوبصورت فقرہ نمایاں طور پر لکھا ہوا دیکھا ہوگا کہ دنیا سے تعلق ترک کیجئے اور اللہ سے تعلق جوڑیئے اور اوپر موبائل فون کی تصویر بنی ہوئی ہوتی ہے، جس پر ایک لائن اسے کاٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بار بار امام صاحبان موبائل فون بند کرنے کی ہدایت بھی کرتے رہتے ہیں لیکن ''کون سنتا ہے فغان درویش''۔ نماز کے دوران فون کی مختلف ٹیونز ہی نہیں بعض اوقات گانے بھی سنائی دیتے ہیں۔ اس صورتحال پر ایک مرتبہ ایک صاحب کی یہ صدا سنائی دی کہ پہلے مندروں میں گھنٹی کی آواز سے ان کی ''عبادت'' کا آغاز ہوتا تھا اب ہم موسیقی کی دھنوں پر مسجدوں میں نماز پڑھنے پر مجبور ہیں۔ موبائل فون سے ہمارے عشق کا تو یہ عالم ہے کہ ہمیں اپنی شریک حیات کو چھوڑ کر برسہا برس کے لئے ممالک غیر میں جانا منظور ہے لیکن مسجد جاتے ہوئے چند لمحات کے لئے موبائل فون کی جدائی گوارا نہیں۔ جدید ٹیکنالوجی ہم پر کیا کیا قیامتیں ڈھا رہی ہے اس کا تصور ایک حساس دل رکھنے والا ہی محسوس کرسکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جدید ٹیکنالوجی سے فائدہ نہ اٹھایا جائے البتہ اس کے منفی اثرات سے خود کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

ایک اور پابندی یہ بتائی جاتی ہے کہ مسجد میں بلند آواز میں قرآن کی تلاوت نہیں کی جانی چاہئے۔ بلکہ نمازی سے بھی یہی مطلوب ہے کہ وہ اپنی نماز کے دوران تلاوت کچھ اس انداز سے کرے کہ اس کی آواز صرف وہ خود سنے۔ ان ساری پابندیوں کا مقصد یہ ہے کہ نمازیوں

کی نماز میں خلل پیدا نہ ہو، تاکہ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ نماز کے دوران اپنے رب سے تعلق جوڑ سکے۔ لیکن ہم میں نیکیوں کا جذبہ اتنا زیادہ غالب ہوجاتا ہے کہ جب لوگ سنت و نوافل کی ادائی میں مصروف ہوتے ہیں ، مبلغین حضرات بلند آواز سے تقریر کرتے یا فضائل کی کتابیں پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس وقت مجھے کافی عرصے قبل کا پڑھا ہوا ایک واقعہ یاد آرہا ہے جو مجھے یاد نہیں رہا کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، ابی بن کعبؓ یا عبداللہ ابن مسعودؓ سے منسوب تھا کہ وہ زندگی کے آخری ایام میں بصارت سے محروم ہوگئے تھے۔ انہیں نماز کے لئے ان کے کوئی ساتھی لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ ایک مسجد میں پہنچے تو وہاں ایک شخص کو مسجد کے دروازے پر یہ آواز لگاتے سنا کہ نماز کا وقت ہوا چاہتا ہے، نماز کے لئے آؤ، تو اپنے ساتھی سے کہنے لگے کہ مجھے اس مسجد سے کہیں اور لے چلو۔ کیونکہ یہ بدعت ہے۔ نماز کے لئے اذان اور اقامت کہنے سے بلایا جاتا ہے (قارئین میں سے کسی کو یہ واقعہ معلوم ہو تو قارئین کے استفادے کے لئے ارسال کرنے کی گزارش ہے۔)

جو لوگ تہجد کی نماز پڑھتے ہیں انہوں نے محسوس کیا ہوگا کہ جب وہ رات کی تاریکی میں، جب دنیا نیند کے مزے لے رہی ہوتی ہے، تنہا اپنے رب کے حضور دعا کر رہے ہوتے ہیں تو ان پر گریہ وزاری کی ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بے اختیار جاری ہوجاتے ہیں۔ یہ کیفیت دن کی نمازوں میں پیدا نہیں ہوتی۔ یہ کیفیات اور یہ گریہ زاری تبتل الیہ تبتیلا کے تقاضے پورا کرنے میں مدو معاون ثابت ہوتی ہے۔

اللہ کی طرف نماز کے دوران توجہ مرکوز رکھنے کے لئے مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ اور بھی طریقے ہوسکتے ہیں۔ مثلاً ہمارے بزرگوں نے دوران نماز قیام کی حالت میں نظروں کو سجدے کی جگہ پر، رکوع کے دوران گھٹنوں پر، سجدوں کے دوران ناک پر اور جلسہ کے دوران اپنی گود پر رکھنے کی تاکید کی ہے۔ اس کے علاوہ اپنے تجربے کی بنیاد پر چند امور کا اضافہ کرنا چاہوں گا۔ اکثر و بیشتر پیش امام حضرات نمازوں کے دوران قرآن کریم کے مخصوص مقامات سے تلاوت کو اپنا معمول بناتے ہیں۔ اگر ان مقامات کو حفظ کرلیا جائے جو کہ اتنا زیادہ مشکل نہیں تو نماز کے دوران ان آیات کی تلاوت پر توجہ مرکوز رکھی جائے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک صحابیہؓ حضور ﷺ سے جمعہ کی نماز میں سورہ ق کی تلاوت سنا کرتی تھیں۔ لہٰذا انہیں یہ سورت مکمل طور پر یاد ہوگئی تھی، کیونکہ آپ ﷺ اس سورت کی کثرت سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ مزید یہ کہ ان آیتوں کا ترجمہ بھی یاد کرلیا جائے یا جیسا کہ آج کل بیشتر اداروں کی جانب سے عربی گرامر (قرآنی عربی) کی کلاسیں چلتی رہتی ہیں، ان میں شرکت کر کے اگر اس کورس کو مکمل کرلیا جائے اور نماز کے دوران تلاوت کی گئی آیتوں کے ترجمہ پر بھی توجہ مرکوز کرلی جائے تو اس سے حفظ شدہ جزِ قرآنی کا اعادہ بھی ہوتا رہے گا اور توجہ بھی ادھر ادھر نہیں بھٹکے گی۔ ویسے بھی وسوسوں کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے، جس سے ہمیں زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اگر توجہ ان وسوسوں کی طرف مرکوز ہوجائے تو یہ خطرناک بات ہوگی۔ لہٰذا اگر وسوسے آئیں تو فوراً ذہن سے ان کو جھٹک دینا چاہیے اور اپنی توجہ کو رب کریم کی طرف مرکوز کرنے کی سعی کی جانی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اندر اتنی رہبانیت پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

بقیہ:...... باغات جل گئے

تا کہ اکھاڑ پچھاڑ نہ ہو۔ جب فدویت پوری موجود ہو تو پلاسٹک کا وزیر اعظم درآمد کرنے کی کیا ضرورت۔۔۔؟ اس منظرنامے میں ایک لطیفہ بھی سنتے جایئے۔ ریلوے میں اسسٹنٹ ٹرین ڈرائیور کے طور پر خواتین کی بھرتی کا کوٹہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ پہلے ڈرائیور کے ساتھ اسسٹنٹ کے طور پر ایک فائر مین ہوا کرتا تھا۔ ڈیوٹی دن رات کی ہوتی تھی اس لیے خواتین کی بھرتی کبھی نہ سوچی گئی! اب آگ بجھانے کی جگہ آگ لگانے کا سامان ہو گا۔ ٹرین حادثات کا ریکارڈ خاصم بدہن پہلے بھی کوئی بہت اچھا نہیں۔ خدا خیر کرے! روشن خیالی کے نت نئے ریکارڈ قائم کرنے کے دیوانے شوق؟ یو ایس ایڈ کی تہذیبی تباہ کاری میں سرمایہ کاری پہلے ہی بے پناہ ہے۔ تعلیم، فیشن انڈسٹری، میڈیا کی تباہی کے بعد اب ایسے دیوانے فیصلے.....؟ قومی، ملی اقدار، اسلامی روایات کے پرخچے اڑاتے کہاں تک جائیں گے؟ گوروں سے بڑھ کر گورے بن کر دکھانے کا شوق؟

اب کے برس بہار بصیرت کو ڈس گئی
فکر و نظر کے جھومتے باغات جل گئے

دُعائے مغفرت کی اپیل

☆ رفقاء تنظیم سیالکوٹ جنوبی سعید الدین کی ہمشیرہ اور احمد بلال کی پھوپھی قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں
☆ رفیق تنظیم سرفراز چیمہ کی بھتیجی قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں
☆ رفیق تنظیم خادم حسین کا بھتیجا قضائے الٰہی سے وفات پا گیا
☆ منفرد رفیق حلقہ کراچی شمالی محمد عمران خان (سابق ناظم تربیت حلقہ) کی والدہ محترمہ رحلت فرما گئیں
☆ تنظیم اسلامی ماموند کے امیر حضرت نبی محسن کے بھائی کراچی میں جاں بحق ہوگئے

اللہ تبارک و تعالیٰ مرحومین کی مغفرت اور ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِي رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

ضرورت رشتہ

26 سالہ برسرروزگار نوجوان، تعلیم ایم فل کے لئے 22 سال تک کی دینی مزاج کی حامل دوشیزہ کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4893436

باپ کی رضا میں رب کی رضا

حافظ محمد زاهد
pmzahids@yahoo.com

مغربی معاشروں (جہاں اکثر بچے اپنے باپ کے نام سے بھی آشنا نہیں ہوتے، ان کی محبتوں کا مرکز ومحور ماں ہی ہوتی ہے) کی طرح اب ہمارے ہاں بھی باپ کو وہ رتبہ اور مقام نہیں دیا جاتا جو ماں کو دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں کے مقام پر تو لوگوں نے پوری پوری کتابیں لکھ دیں، نظموں اور اشعار کے انبار لگا دیے۔ آئے دن ایسے کئی مضامین مختلف اخبارات اور رسالوں کی زینت بنتے ہیں جن میں ماں کو موضوع بحث بنایا ہوتا ہے، مگر باپ اور والد کے موضوع پر نہ تو ہمارے ادب میں نظمیں ہیں، (سوائے چند اشعار کے) نہ کتابوں میں باپ کو موضوع سخن بنایا گیا ہے اور نہ ہی قلم کار باپ کو اپنی تحریرات کا عنوان بناتے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا باپ کا رتبہ ومقام واقعی ماں سے کم ہے؟ یا کیا باپ اپنی اولاد کی خوشی اور سکون کی خاطر ماں سے کم قربانیاں دیتا ہے؟ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ ماں اور باپ دونوں اپنی اولاد کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ خدمت کے لحاظ سے ماں کا رتبہ باپ کے مقابلے میں تین درجے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ماں بچے کو نو ماہ تک اپنے پیٹ میں پالتی ہے اور یہ دور ماں کے لیے واقعی انتہائی مشکل اور تکلیف دہ ہوتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ بچے کی زندگی کے تمام اَدوار میں باپ اپنے بچوں کی خوشیوں کے لیے ماں کی طرح یا شاید ماں سے بھی بڑھ کر تگ ودو کرتا ہے۔ جس طرح ماں اپنا پیٹ کاٹ کر بچوں کو پالتی ہے۔ اسی طرح باپ بھی اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کے لیے خوشیاں اکٹھی کرتا ہے۔ اس سلسلے میں کئی واقعات عام آدمی کے مشاہدے میں آتے ہیں۔ ہمارے ایک چچا بتاتے ہیں کہ گرمیوں کے موسم میں ایک رات میری آنکھ کھلی تو میں پانی پینے کے لیے فریج کے پاس گیا۔ وہاں دو آم پڑے ہوئے تھے۔ ٹھنڈے آموں کو دیکھ کر میرا دل آم کھانے کو بہت للچایا۔ میں نے آم نکالا اور کھانے کے لیے کاٹنے ہی لگا تھا کہ معاً خیال آیا کہ میرے دو بیٹے ہیں۔ اگر میں نے ایک آم کھا لیا تو صرف ایک آم بچ جائے گا۔ یہ سوچ کر میں نے وہ آم دوبارہ فریج میں رکھ دیا، تاکہ میرے دونوں بیٹے اپنا اپنا آم کھا سکیں۔ یہ ہے ایک باپ کی اپنے بچوں کے لیے قربانی۔۔۔ شادی سے پہلے راقم بھی اس طرح کے واقعات کو عام واقعات خیال کرتا تھا، مگر جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد سے نوازا تو پتا چلا کہ واقعی باپ اپنے حصے کی ساری خوشیاں اپنے بچوں پر قربان کر دیتا ہے۔ اِس طرح کی باتوں پر حق الیقین ہو گیا کہ باپ اپنے حصے کی آئس کریم اور پھل اپنے بچوں کو دے دیتا ہے۔ گرمیوں کے دنوں میں خود گرمی برداشت کر کے اپنے بچوں کو اُس جگہ سلاتا دیتا ہے، جہاں اُن کو پنکھے کی ہوا زیادہ پہنچے اور وہ سکون سے سو سکیں۔ اسی طرح باپ خود تو روکھی سوکھی کھا کر گزارا کر لیتا ہے مگر وہ اپنے بچوں کی ساری جائز خواہشات پوری کرتا ہے۔ عیدین کے موقع پر باپ خود چاہے پرانے کپڑے پہنے لیکن وہ اپنے بچوں کو نئے جوڑے ضرور لے کر دیتا ہے۔

قارئین! ایک ماں اپنے بچوں کے لیے کیا کیا قربانیاں دیتی ہے وہ تو سب کو نظر آتا ہے مگر ایک باپ اپنے بچوں کے لیے کیا کچھ کرتا ہے، شاید وہ اب اولاد کی نظروں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ تو سب جانتے ہیں کہ خدمت کے اعتبار سے ماں کو تین درجے زیادہ حاصل ہیں مگر یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات اور قوانین کے مطابق اولاد کا قانونی حق دار باپ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وراثت کی تقسیم کا حق باپ کو دیا گیا ہے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان تو زبان زد عام ہے کہ "جنت ماں کے قدموں تلے ہے" لیکن اس کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: "باپ کی رضا میں رب کی رضا اور باپ کی ناراضی میں رب کی ناراضی ہے" اتنا مشہور ومعروف نہیں ہے۔ اسی طرح آپ نے اکثر جگہوں پر یہ لکھا دیکھا ہوگا: "یہ سب میری ماں کی دعا ہے" لیکن کوئی باپ کی دعا کا ذکر نہیں کرتا، حالانکہ باپ اپنے بچوں کے لیے ہمہ وقت دعا گو رہتا ہے۔ لہٰذا لوگوں کو یہ فقرہ یوں لکھنا چاہیے: "یہ سب میرے ماں باپ کی دعا ہے!"

آج کی اولاد ماں کی نسبت باپ کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی۔ اس کی چند ایک وجوہات ہیں: (1) ماں چونکہ سارا دن بچوں کے پاس ہوتی ہے اس لیے اُسے اپنی اولاد سے پیار بانٹنے کا زیادہ وقت ملتا ہے۔ اس کے مقابلے میں باپ چونکہ روزگار کے سلسلے میں گھر سے باہر رہتا ہے، اس لیے اُسے اپنے بچوں سے بات کرنے اور ان سے ہنسنے کھیلنے کا موقع کم ملتا ہے۔ اس لیے بچپن ہی سے بچے کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ باپ کی نسبت ماں اُسے زیادہ وقت اور توجہ دیتی ہے۔ (2) عموماً یہ ہوتا ہے کہ اولاد کی کسی غلطی پر ماں بچے کو ڈانٹنے کے بجائے یہ ذمہ داری باپ کے کندھوں پر ڈال دیتی ہے اور کہتی ہے کہ رات کو تمہارے بابا کو بتاؤں گی۔ رات کو باپ جب بچے کو سمجھاتا ہے اور کبھی کبھار سختی کی نوبت بھی آ جاتی ہے تو بچے کے معصوم ذہن میں یہ سما جاتا ہے کہ میرے بابا مجھے ڈانٹتے ہیں اس لیے وہ بابا کو اُتنی اہمیت نہیں دیتا۔ (3) ہمارے گھروں کا یہ رواج ہے کہ بچے ماں سے سفارش کرا کر والد صاحب سے اپنی بات منواتے ہیں۔ والد بھی ماں کی سفارش مان لیتے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی اولاد کا التفات ماں کی طرف زیادہ ہوتا ہے اس لیے کہ وہ اس کی سفارشی جو ہوتی ہے۔ ان باتوں سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ باپ اپنے بچوں سے کم پیار کرتا ہے۔ باپ سارا دن گھر سے باہر اپنے بچوں کے اچھے مستقبل کے لیے ہی محنت کرتا ہے اور وہ اپنے بچوں کو ڈانٹتا بھی اسی لیے ہے تاکہ وہ اچھے اور نیک بن سکیں۔

ہمیں چاہیے کہ اپنے باپ کا بھی ماں جتنا احترام کریں، اُس کی خدمت کریں اور اُس کی قربانیوں کو یاد کریں جو شاید سب کو نظر نہیں آتیں۔ باپ اپنے بچوں کے لیے کیا کیا کرتا ہے اس کا احساس انسان کو تب ہوتا ہے جب وہ خود باپ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے والدین کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور ہمیں اُن کی اُسی طرح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس طرح انہوں نے ساری زندگی ہماری خدمت کی۔ آمین!

☆☆☆

its real relations and virtual world and its social ties before the time come when our generation will relate with others merely virtual. They will earn virtually, play virtually, love virtually, preach virtually and will become virtual species.

Though it may seem strange but today Muslims wish to learn, teach and preach Islam virtually. They have great number of teachers in youtube and other platforms to teach everything passively. The nature of teaching is Passive because they can mute, pause and play whenever they want. They don't have to accept Islamic discipline to learn Islam. They can learn Islam while laying-in their couch, during cooking food, gardening and even driving. Spreading Islam to the point that intricacies reserved for Ulema becomes common fodder for discussion and creates distortion in meaning and application.Also cataclysmically speeds up the process of protestantization of Islam.

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (آل عمران)

بیانُ القرآن

حصہ ششم

ترجمہ ومختصر تفسیر

سُورۃُ الاحزاب تا سُورۃُ الحُجرات

از

ڈاکٹر اسرار احمد

شائع ہو گئی ہے

امپورٹڈ آفسٹ پیپر ● مضبوط جلد ● صفحات 484 ● قیمت 590 روپے

شائع کردہ: انجمن خدام القرآن خیبر پختونخوا پشاور

ملنے کے پتے: مکتبہ خُدام القرآن لاہور

K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

مرکز تنظیم اسلامی کی پیش کش

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

یا دیگر مرکزی ذمہ داران تنظیم

کا

مرکزی خطابِ جمعہ

جو بالعموم تذکیر بالقرآن، حالات حاضرہ پر تبصرے اور آئندہ کے لائحہ عمل پر مشتمل ہوتا ہے

اب آپ ہر ہفتے اپنی جگہ پر سُن سکتے ہیں

آڈیو کیسٹ کے ساتھ ساتھ
آڈیو سی ڈی میں بھی دستیاب ہے

ممبر بنیں اور استفادہ کریں

سالانہ ممبر شپ فیس 1000 روپے

مرکز تنظیم اسلامی میں نقد، منی آرڈر یا پھر ڈرافٹ کے ذریعے رقم جمع کروائیں اور رسید حاصل کریں

نوٹ: یہی خطاب جمعہ بذریعہ Internet
ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org
سے براہ راست یا Download کر کے بھی سنا جا سکتا ہے۔

تنظیمِ اسلامی

مزید معلومات کیلئے درج ذیل نمبرز پر رابطہ کیا جا سکتا ہے
فون نمبرز: 36316638/36366638
67/اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔ فیکس: 36313131
Email:markaz@tanzeem.org

SOCIAL NETWORKS AND SELF IMAGE

Hafiz Kazim Usman

The problem of social networks is that it constructs an alternate reality of relations without liabilities or fewer liabilities in which mankind can live and feel relatively freer. It brings a world in which you can redefine your personality, your relations and your area of existence. That's why this real world is gradually losing its reality and becoming irrelevant for its people.

The perks of virtual world is that it allows to present our self-image exactly what that we wish to portray and to distinguish the novelty of our human experience in the public sphere. We can make an attractive profile to camouflage all dark sides of personality. Likewise someone can pick one of his best moments to present his whole life through edited pictures, vintage effects and fake postures of cheers .Social media, specifically facebook users live "facebook worthy" life. They celebrate their self by frenzy postings of their pictures with celebrities, their opinion about anything like how good they performed at a social event or at presentation day. They also share their pictures even at airport, at shopping mall, at sea side, while enjoying with friends, having snacks.They never forget to post their opinion on anything, i.e what is their stance on particular situation?How they see fiscal policy of this year?Is budget allocation on different sectors justified or not?Islamic banking issue between contemporary ulema is rightly addressed or have some fundamental flaws?Their favorite quotations of some famous English writers etc.

The journey from nobody to somebody is relatively easy on social networks. Therefore everyone pretend to distinguish his self from crowd and this behavior leads to highly pretending societywhere everyone is so busy in self-promotion and eventually Personality is lost in the darkness of a crowd of pretenders, so what is real becomes diluted to the point of non-existence.

These all media outlets define yourself beyond reality and then you become slave of your self-image in order to maintain and hype this image. A person with this obsessed mindset merely live in this world to post his experiences on social media. Wherever he goes, even world's most beautiful places, all he manage to see will be his own camera lens. Such person can never enjoy natural beauty because he does not go there to watch God's signs but to receive some likes and thumbs ups.

On the other hand reality is not that easy to deal with, one cannot easily survive in this harsh world, sometimesit crushesall your dreams and passions. Relations of this world often hurts, interrupts your schedule and become reason to increase your liability. Facebook users gradually feel more agonize to deal with real relations in the physical world than that space where they can easily avoid those people they are not comfortable with, turn off their chat whenever they are not feeling right and also they don't take liabilityof their relation. They can easily change their nature of existence on that space because that space does not actually exists. Paradoxically, the more we indulge in social networks the more we will be isolated from society. We have to distinct real world and

قائدِاعظم کا پاکستان......سیکولر یا اسلامک؟

پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آیا۔ مصورِ پاکستان علامہ اقبال اور معمارِ پاکستان قائدِاعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے قیام کا جواز واضح طور پر یہ بتایا تھا کہ دورِ ملوکیت میں اسلام کے چہرے پر جو بدنما داغ پڑ گئے تھے اُنہیں ختم کر کے ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست قائم کی جائے گی۔ قائدِاعظم نے قبل از تقسیم کہہ دیا تھا کہ پاکستان کا آئین قرآن پاک کی صورت میں تیرہ سو سال سے موجود ہے۔ یقیناً قائدِاعظم تھیوکریسی کے خلاف تھے' لیکن اُنہوں نے اپنی تحریر و تقریر میں کبھی سیکولرازم کا لفظ استعمال کرنا گوارا نہ کیا تھا۔ قیامِ پاکستان کے صرف ڈیڑھ سال بعد 1949ء میں قراردادِ مقاصد نے اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ پاکستان خالصتاً ایک اسلامی ریاست ہو گی۔ پاکستان کے سیکولر طبقات اور بیرونی بدخواہوں نے قائدِاعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کی من مانی تاویلات کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ قائدِاعظم پاکستان کو ایک سیکولر ملک دیکھنا چاہتے تھے۔ ان تاویلات کی حقیقت کیا ہے یہ ایک الگ موضوع ہے' لیکن جدید تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ قائدِاعظم کی 11 اگست کی تقریر میں سرے سے کوئی متنازعہ بات موجود ہی نہ تھی۔ یہ عدلیہ کے ایک سابقہ سیکولر منصب دار نے خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بعض جملوں کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا تھا۔ برٹش لائبریری کی پوری چھان بین کے باوجود ان اضافی جملوں کا سراغ نہیں لگایا جا سکا (بحوالہ سلینہ کریم کی کتاب Secular Jinah & Pakistan: What the nation does not know)۔ ہندوستان کی وزارتِ خارجہ بھی اس حوالہ سے پاکستان کی وزارتِ خارجہ کو کورا جواب دے چکی ہے۔ مزید یہ کہ ڈان اخبار 12/اگست کو شائع ہی نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا یہ دعویٰ بھی جھوٹ کا پلندہ ہے کہ 11/اگست کی تقریر ڈان میں شائع ہوئی تھی۔ سیدھی سی بات ہے کہ سیکولر پاکستان بنانے کے لیے سیکولر بھارت سے الگ ہونے کی ضرورت کیوں تھی؟ تاریخ کی سب سے بڑی انسانی ہجرت کیوں عمل میں آئی؟ لاکھوں جانوں کی قربانی کیوں دی گئی؟ ہزاروں مسلمان عورتوں کی عزت و عصمت کی قربانی کیوں گوارا کی گئی؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ مصطفوی دیس کے قیام کے لیے قربان کیا گیا۔ ہم نے دنیا کو پاکستان کا مطلب ''لا الٰہ الا اللہ'' بتایا' لیکن پھر ہم خود منحرف ہو گئے۔ وعدہ خلافی پر سزا کا پہلا کوڑا 1971ء میں ہماری پیٹھ پر پڑا جب پاکستان کو بھارت کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست ہوئی اور وہ دولخت ہو گیا۔ موجودہ پاکستان بھی اس لیے لڑکھڑا رہا ہے کہ اس کی تعمیر اس کی اصل بنیاد سے ہٹ کر کی گئی ہے۔ غیر ہی نہیں خود اہل پاکستان بھی اس کی بقا اور سلامتی کے حوالہ سے شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر ہی پاکستان کو نہ صرف محفوظ و مامون بنا سکتی ہے بلکہ ایک مضبوط و توانا ریاست بنا سکتی ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا' صرف اسلامی فلاحی ریاست کی صورت میں ہی زندہ و پائندہ رہ سکتا ہے۔

من جانب: تنظیمِ اسلامی پاکستان

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

امیر: حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ